مسلسل اشاعت کے 57 سال

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

695

محرم الحرام ۱۴۴۵ھ

جولائی ۲۰۲۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسْلِیمًا

جلد نمبر 58
شمارہ نمبر 10
محرم الحرام ۱۴۴۵ھ
جولائی ۲۰۲۳ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی
منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: چین میں مسلم اکثریتی صوبہ سنکیانگ کا دورہ: اغراض و مقاصد، مولانا مفتی عبدالشکور کی شہادت .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- محرم الحرام کے فضائل اور مسائل .... شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق مدظلہ ۵
- ملفوظات امام لاہوریؒ: ''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں! ...... مولانا حافظ خرم شہزاد ۱۴
- سفرنامہ چین .... قسط (۱) .... مولانا راشد الحق سمیع ۲۲
- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی ملک کی آزادی میں مثالی جدوجہد ...... مولانا عبدالحکیم اکبری ۳۸
- اصولی وفروعی اختلاف تعارف، اہمیت اور شرعی حیثیت .... مولانا مفتی عبید الرحمٰن ۴۸
- کرپٹو کرنسی کی قانونی حیثیت .... ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۵۷
- دارالعلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۱
- تعارف وتبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۳

ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 -923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com —— موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk —— فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع

چین میں مسلم اکثریتی صوبہ سنکیانگ کا دورہ

اغراض ومقاصد

حکومت چین کی خصوصی دعوت پر پاکستان کی مختلف مذہبی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور ممتاز سکالرز کا ایک اہم نمائندہ وفد (۱۱ جولائی تا ۱۹ جولائی) سرکاری دورے پر چین روانہ ہوا، جہاں انہوں نے چین کے مختلف شہروں بیجنگ، گوانچی اور خصوصا مسلم اکثریتی علاقہ سنکیانگ میں عظیم تاریخی شہروں کاشغر، آکسو اور ارومکی وغیرہ میں سیاسی، ثقافتی، تعلیمی اور دینی امور پر مختلف حکومتی و سیاسی عہدیداران اور مذہبی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں، وفد کی میزبانی عوامی جمہوریہ چین کی وزارت خارجہ نے کی اور بیجنگ ایئرپورٹ ودیگر شہروں میں وفد کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔

ہمارے وفد کی سربراہی اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے چیئرمین جناب ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب اور رابطہ کاری انٹرنیشنل ریسرچ کونسل برائے مذہبی امور کے سربراہ مولانا محمد اسرار مدنی صاحب نے کی جبکہ وفد میں مولانا محمد طیب طاہری (امیر اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان)، مولانا سید محمد یوسف شاہ (ترجمان جمعیت علما اسلام)، محمد آصف لقمان قاضی (سربراہ خارجہ امور جماعت اسلامی)، ڈاکٹر مولانا عطاء الرحمٰن (سابق ممبر قومی اسمبلی)، صاحبزادہ سلطان احمد علی (سربراہ مسلم انسٹیٹیوٹ)، مولانا فضل علی حقانی (سابق وزیر تعلیم و نائب امیر جمعیت علما اسلام)، مولانا تحمید جان ازہری (ڈائریکٹر آئی آر سی آر اے) اور راقم راشد الحق (ترجمان جامعہ حقانیہ) شامل تھے۔

وفد کے ارکان نے چین جانے سے قبل اپنے جاری کردہ اخباری بیان میں واضح کیا کہ اس وفد کے ذریعے مذہبی سفارتکاری کو بروئے کار لاتے ہوئے ہم پڑوسی ملک سمیت دنیا بھر سے دوطرفہ مساویانہ و دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کریں گے، اسی غرض سے Religious Diplomacy Forum تشکیل دیا گیا ہے جس کا مقصد پاکستان، مسلم دنیا اور پڑوسی ممالک کے ساتھ روابط و تعلقات مذہبی سفارت کاری کے ذریعے سے تعلقات کو مستحکم بنانا ہے تاکہ مذہبی رہنماؤں کے واسطے سے بھی پاک چین تعلقات کو فروغ دیا جائے اور صوبہ سنکیانگ کے مسلمانوں کے مسائل کو نہ صرف قریب سے خود دیکھا جائے بلکہ چینی حکام سے بھی اس مسئلے پر بات چیت کی جائے اور مسئلہ کو سمجھا جائے۔ اس قسم کے مطالعاتی

دوروں سے ایک دوسرے کو سمجھنے اور آپس میں انفارمیشن شیئرنگ سے دوطرفہ تعلقات ومعاملات پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور دونوں ممالک کی دوستی مزید گہری ہوتی جائے گی نیز پاکستان اور چین مستقبل میں مشترکہ طور پر خطے اور عالم اسلام کے مسائل پرایک موقف اور پالیسی اپنا سکتے ہیں،چین اس وقت عالمی پلیٹ فارم پر ایک سپر پاور کے طور پر نمودار ہورہا ہے،ون بیلٹ اینڈ ون روٹ کے بعد دو تین سال میں وہ امریکہ سے بھی اقتصادی وعسکری لحاظ سے آگے بڑھنے والا ہے۔طاقت وقوت کا پلڑا ایشیاء کی طرف جھک رہا ہے۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کے دیرینہ دوست اور پڑوسی ملک چین کے ساتھ صوبہ سنکیانگ کے مسلمانوں سمیت تمام دیگر معاملات کو بہترین انداز میں بڑے فورم کی سطح پر سنجیدگی کے ساتھ ڈسکس کیا جائے،اگر مسلم حکمرانوں بشمول پاکستانی حکام نے عقل وخرد وشعور وآگہی بصارت وبصیرت سے کام لیا تو وہ مستقبل میں دنیا کو درپیش چیلنجز کو بہترین انداز سے سلجھا سکتے ہیں۔وفد کے اس کامیاب دورہ کی وجہ سے چین میں مسلمانوں کے ساتھ تعلقات میں اضافہ اور اُن کے مستقبل کے لئے مزید بہتری کے راستے ہموار ہوئے ہیں،صوبہ سنکیانگ کے مسلمانوں، پاکستان اور دیگر عالم اسلام کے درمیان دوطرفہ روابط،آمدورفت اور گفت وشنید کا ماحول بھی الحمدللہ بحال ہوگیا ہے اور وفد نے کئی اہم موضوعات مثلاً پاک چین تجارتی راہداری،چینی یونیورسٹیوں میں پاکستانی طلبا کے لئے سکالرشپ اور پاکستانی وچینی مدارس کے درمیان رابطہ کاری کے علاوہ چین کے صوبہ سنکیانگ وگیلن میں تعمیر وترقی وسیاحتی ماڈل،عوامی زندگی کی بہتری کیلئے اقدامات وغیرہ پر چینی سفارتکاروں اور وہاں پر وزارت خارجہ کے افسران کے ساتھ تبادلہ خیال بھی کیا،ہمارے وفد کا حجم اور استعداد جتنی تھی اس سے بڑھ کر الحمدللہ! ہم نے اپنے طور پر بہترین کاوش کی،پھر سنکیانگ کے دوطرفہ خونی جھگڑوں کے سات آٹھ برس بعد پہلی مرتبہ دینی مدارس کے علماء وغیرہ کو چینی حکومت کی طرف سے دعوت دینا خود ایک بہت بڑی مثبت تبدیلی ہے،وفد کے اس کامیاب دورہ سے تازہ ہوا کیلئے ایک کھڑکی اور روشندان ہم نے سنکیانگ میں کھول دیا ہے اور سنکیانگ میں مسلمانوں اور وہاں کے مقامی حکام وکمیونسٹ پارٹی کے مرکزی لیڈروں کیساتھ ملاقاتوں وتعلقات میں اضافے سے اُن کے مستقبل کیلئے مزید بہتری کے راستے ہم نے کچھ نہ کچھ ہموار کردیئے ہیں،باقی یہ حکومتوں اور عالم اسلام کے بڑے نمائندے فورمز کا کام ہے کہ وہ ان معاملات وتعلقات کو مزید مستحکم بنائیں اور چین کے ساتھ دوستی کو فروغ دیں اور مسلمانوں کے معاملات کو مزید سنجیدگی کے ساتھ ڈسکس کریں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعاگوہوں کہ اس سفر کو صوبہ سنکیانگ بلکہ تمام چین کے مسلمانوں اور امت مسلمہ کے لئے خیر کا باعث بنائے (آمین) وما علینا الاالبلاغ

مولانا مفتی عبدالشکور حقانیؒ کی شہادت

جمعیت علمائے اسلام فاٹا کے سربراہ اور وفاقی وزیر برائے مذہبی امور و حج حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحبؒ ۱۵/اپریل ۲۰۲۳ء کو شاہراہ دستور اسلام آباد میں ایک کار حادثہ میں جام شہادت نوش کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپؒ کا تعلق لکی مروت کے گاؤں تاجی خیل سے تھا، آپؒ ایک جید عالم دین اور ایک قابل مدرس کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت تھی اور مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے، آپ عصری علوم میں بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ مفتی عبدالشکور صاحبؒ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل تھے، سلسلہ تصوف میں آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی فریدؒ کے خلیفہ مجاز تھے، انہیں اپنی ان دونسبتوں پر فخر بھی تھا، آپؒ نے عملی سیاست کا آغاز دور طالب علمی میں جمعیت طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا اور پارلیمانی سیاست کا آغاز ۲۰۱۳ء میں کیا اور پھر ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں فاٹا سے قومی اسمبلی کے حلقے این اے ۵۱ سے متحدہ مجلس عمل کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے، آپ ایک بہترین خطیب بھی تھے اور پشاور کی ایک مسجد میں باقاعدہ خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، آپ کا شمار جمعیت علما اسلام کے متحرک اور نظریاتی رہنماؤں میں ہوتا تھا، آپ ایک فقیر منش، منکسر المزاج اور متواضع صفت کے حامل انسان تھے۔

آپؒ کو گزشتہ سال اپریل ۲۰۲۲ء میں حکومت تبدیل ہونے کے بعد وفاقی وزیر برائے مذہبی امور کا قلمدان سونپا گیا، آپ کی وزارت میں کارکردگی دیگر وزراء کے مقابلہ بہتر سمجھی جاتی تھی، وزارت کے دوران اس غریب وزیر نے دیانت اور امانت کی لاج رکھی اور اس سال اعلان بھی کیا تھا کہ جو لوگ حج پر جانے کیلئے ڈالرز میں رقم جمع کروائیں گے ان کو رعایتی پیکج دیا جائے گا، یوں ان کی دوراندیشی اور ذہانت کی وجہ سے ملکی خزانے میں ڈالرز جمع ہوئے جس سے ملکی معیشت کو کافی سہارا ملا، شہادت سے قبل بھی وہ حج امور کی تیاریوں کی وجہ سے مصروف تھے کہ وہ اسلام آباد میں شہید ہو گئے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحبؒ فاٹا کے عوام کی توانا اور متحرک آواز تھے، آپ نے اپنی ساری عمر جہد مسلسل، درویشی میں گزاری، سخت اور نامساعد حالات کا جوانمردی سے مقابلہ کر کے ملک وقوم کی بے پناہ خدمت کی، جب موت کا وقت آیا تو شہادت اور رمضان المبارک کا مبارک مہینہ نصیب ہوا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (امین)

وہ نقیب کوچہ امن تھا وہ حریف بادۂ ظلم تھا		جو زکا تو کوہ گراں تھا جو چلا تو جاں سے گذر گیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق مدظلہ
مہتمم جامعہ حقانیہ، وسینئر نائب صدر وفاق المدارس

محرم الحرام کے فضائل اور مسائل

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد فأعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم . اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (التوبة:٣٦)

''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین ان میں چار مہینے ہیں ادب کے، یہی ہے سیدھا دین سوان میں ظلم مت کرو اپنے اوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے۔

وقال النبی صلی الله علیه وسلم إن الزمان قد استدار کهیئته یوم خلق الله السموات والارض، السنة: اثنا عشر شهراً، منها أربعة حرم، ثلاث متوالیات: ذوالقعدة، وذوالحجة، والمحرم، ورجب، مضر الذی بین جمادی وشعبان (البخاری:٤٦٦٢)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا کہ دیکھو زمانہ پھر اپنی پہلی اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس پر اللہ تعالی نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین تو لگاتار یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب المظفر جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے۔''

معزز سامعین کرام! آپ کو بخوبی علم ہے کہ ماہ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا قمری مہینہ ہے جس کے بہت سے فضائل وارد ہے تو دوسری طرف ماہ محرم سے سینکڑوں مسائل بھی متعلق ہے پہلے ہم محرم الحرام کو جاننے کی کوشش کریں گے پھر اس سے متعلقہ مسائل اور احکامات کا جائزہ لیں گے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس ماہ کو عربی زبان میں "المحرم" کہا جاتا ہے، محرم کا لفظ حرمت سے نکلا ہے، حرمت کے لفظی معنی "عظمت واحترام" کے ہیں، علما کرام محرم کو محرم کہنے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ عرب اس مہینے میں جنگ و جدال کو حرام سمجھتے تھے، اس لیے اس مہینے کا نام "محرم" رکھا گیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ محرم کو محرم اس کی عظمت اور حرمت کی وجہ سے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ "اشھر حرم" میں سے ہے لیکن علامہ سخاویؒ کے بقول زمانہ جاہلیت میں عرب اس مہینے کے ساتھ کھلواڑ کرتے تھے، کبھی لڑائی کے لئے حرام کر لیتے تھے اور کبھی حلال کر لیتے، اس لیے اس مہینے میں لڑائی کے حرام ہونے کی تاکید کے لئے اس کو "محرم" کہا گیا ہے۔

محرم الحرام کے فضائل

سامعین کرام! ابھی آپ کو بتایا کہ یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں بھی اس مہینے کو انتہائی قابل احترام سمجھا جاتا تھا اور اہل مکہ اسی مہینے سے نئے سال کا آغاز کرتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں جب اسلامی تاریخ کا مسئلہ زیر بحث آیا تو صحابہ کرامؓ کے اتفاق رائے سے "محرم" کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا، علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں:

عن ابن سيرين أن رجلا من المسلمين قدم من أرض اليمن فقال لعمر رأيت باليمن شيئاً يسمونه التاريخ يكتبون من عام كذا وشهر كذا فقال عمر إن هذا لحسن فأرخوا فلما أجمع على أن يؤرخ شاور فقال قائل مولد النبي (صلى الله عليه وسلم) وقال قوم من المبعث وقال قائل حين خرج مهاجرا من مكة وقال قائل الوفاة حين توفى فقال أرخوا خروجه من مكة إلى المدينة ثم قال بأي شهر نبدأ فنصيره أول السنة فقالوا رجب فان أهل الجاهلية كانوا يعظمونه وقال آخرون شهر رمضان وقال بعضهم ذوالحجة فيه الحج، وقال آخرون الشهر الذى خرج فيه من مكة إلى المدينة وقال آخرون الشهر الذى قدم فيه فقال عثمان أرخوا المحرم اول السنة وهو شهر حرام وهو أول الشهور فى العدة وهو منصرف الناس عن

الحج فصيروا أول السنة المحرم فكان أول ما أرخ في الاسلام من مهاجر النبي (صلى الله عليه وسلم)فقال الناس سنة حد وسنة اثنتين إلى يومنا هذا و ان التاريخ في سبع عشرة ويقال في سنة ست عشرة في ربيع الول(تاريخ دمشق لابن العساكر)

"یمن سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے یمن میں ایک چیز دیکھی ہے۔ جسے تاریخ کہتے ہیں، اس کو فلاں سال اور فلاں مہینے سے لکھتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے، لہٰذا تم بھی تاریخ مقرر کرو، چنانچہ تاریخ سے متعلق صحابہ کرامؓ کو مشورے کے لیے جمع کیا گیا تو بعض نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اس کا آغاز کیا جائے، کسی نے کہا: بعثت سے آغاز کیا جائے، کسی نے کہا: ہجرت سے اور کسی نے کہا: وفات سے تاریخ کی ابتدا کی جائے، تو حضرت عمرؓ نے کہا: ہجرت ہی سے اس کا آغاز کریں پھر سوال اٹھا کہ کس مہینے کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا جائے؟ کسی نے کہا: رجب کیونکہ اہل جاہلیت بھی اس کی تعظیم کرتے تھے، کسی نے ماہ رمضان کا کہا، کسی نے کہا: ذی الحجہ کیونکہ اس میں حج ادا کیا جاتا ہے، کسی نے کہا: وہ مہینہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے، کسی نے کہا: وہ مہینہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچے (اس کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا جائے) تو حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ "محرم" سے آغاز کرو، کیونکہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اور دوسرا عربوں کے ہاں بھی یہ پہلا مہینہ شمار کیا جاتا تھا اور پھر یہ حج سے واپسی کا مہینہ بھی ہے، لہٰذا (اتفاق رائے سے)محرم کو پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ: تاریخ مقرر کرنے کا ایک سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ آپ کی طرف سے ہمارے پاس خطوط آتے ہیں جن پر تاریخ درج نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کرکے ان سے مشورہ طلب کیا، بعض نے کہا بعثت سے شمار کریں اور بعض نے کہا کہ ہجرت سے شمار کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہجرت نے حق و باطل کے درمیان فرق کیا ہے لہٰذا ہجرت ہی سے تاریخ کا حساب کریں۔

محرم اشہر حرم میں سے ہے

معزز سامعین کرام! محرم کا مہینہ ان چار مہینوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالی نے ''اشہر حرم'' یعنی حرمت والے مہینے قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبة:۳٦)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ(التوبة:۳٦)

''یہی ہے سیدھا دین سو ان میں ظلم مت کرو اپنے اوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے''

اس کی تفصیل حضرت ابو بکرہؓ کی روایت میں اس طرح آئی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک زمانہ پھر اپنی پہلی اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا، سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، تین تو لگاتار یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے۔

ماہ محرم میں عبادت کی فضیلت

معزز سامعین کرام! محرم اور باقی حرمت والے مہینوں میں نیک اعمال کرنا دوسرے مہینوں کی بنسبت زیادہ افضل ہے تو اس کے مقابلے میں ان مہینوں میں ظلم (گناہ) کرنا، دوسرے مہینوں کی بنسبت زیادہ سخت گناہ ہے، ان بابرکت مہینوں میں جو شخص عبادت کرتا ہے، اس کو دوسرے مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق ملتی ہے اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے گا تو اس کیلئے سال کے باقی مہینے بھی گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لئے ان مہینوں میں عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے انوار و برکات سے فائدہ اٹھانے کی سعی و کوشش کرنی چاہیے، صحیح مسلم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ

عن أبي هريرةؓ يرفعه، قال: سئل: اى الصلاةِ أفضل بعد المكتوبةِ؟ وأى الصيامِ أفضل بعد شهرِ رمضان؟ فقال: أفضل الصلاةِ، بعد الصلاة

المکتوبۃِ، الصلاۃ فِی جوفِ اللیلِ، وفضل الصِیامِ بعد شھرِ رمضان، صِیام شھرِ اللّٰہالمحرم (المسلم:٣٧٥٦)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ اور رمضان کے مہینے کے بعد کون سے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز (تہجد) ہے اور رمضان کے مہینے کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں پورے ماہ محرم کے روزے مراد ہیں، لہٰذا روزے رکھنے کی یہ فضیلت صرف دس محرم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ پورے مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھنا فضیلت کا باعث ہے، محرم رحمتوں کا مہینہ ہے، مہینے تو سارے ہی اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن اس مہینے کی فضیلت اور عظمت کو واضح کرنے کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ کہا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا مہینہ ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ محرم کا نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''شھر اللہ'' رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی یہ اضافت اور نسبت اس کے شرف اور فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف کسی خاص چیز ہی کی نسبت ہوسکتی ہے، جیسے جناب محمد، ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور دیگر انبیائے کرامؑ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بندے ہونے کے ساتھ ہے، اسی طرح کعبۃ اللہ اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور یہ مہینہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے خاص کیا گیا، اسی طرح اعمال میں سے روزے کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی تو ممکن ہے اس خاص عمل یعنی روزے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس مہینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، کسی دوسرے کو اختیار نہیں کہ اس کی حرمت تبدیل کرے، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کو لڑائی کے لیے حلال کر لیتے اور اس کی جگہ صفر کو حرام قرار دیتے تھے تو اس طرف اشارہ کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، اسی نے اس کو محترم بنایا ہے لہٰذا مخلوق میں سے کسی کے لیے اس میں تغیر اور تبدل جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے یکم محرم کی فجر کی قسم کھائی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محرم کے مہینہ کی اہمیت کو بتانے کے لیے یکم محرم کی فجر کی قسم

کھائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (الفجر۱:۳)

''قسم ہے فجر کے وقت کی، اور دس راتوں کی، اور جفت کی اور طاق کی''

رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں فجر سے مراد یکم محرم کی فجر ہے کیونکہ یہ سال کی پہلی فجر ہے، امام قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں فجر سے مراد یکم محرم کی فجر ہے۔

عاشوراء کی فضیلت

دس محرم کا دن انتہائی محترم، مکرم اور بابرکت دن ہے، اس دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اور موسیٰ علیہ السلام اس دن بطور شکرانہ روزہ رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے تھے، قریش مکہ بھی زمانہ جاہلیت میں اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

دس محرم کے روزے کی فضیلت

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔

رمضان کے بعد افضل ترین روزہ

مسلم شریف میں روایت ہے کہ عن عبیدِ اللهِ بنِ ابی یزید سمع ابن عباس رضِی الله عنهما وسئِل عن صِیامِ یومِ عاشوراء فقال ما علِمت أن رسول اللهِ صلی الله علیهِ وسلم صام یوماً یطلب فضله علی الایام اِلا هذا الیوم ولا شهرا لا هذا الشهر یعنِی رمضان (المسلم:۱۳۲)

''عبیداللہ ابن ابی یزید، حضرت ابن عباسؓ سے عاشوراء کے دن کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عاشوراء کے دن کے علاوہ کسی اور دن فضیلت کی وجہ سے روزہ رکھا ہو اور نہ کسی مہینے میں سوائے اس مہینے یعنی رمضان کے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اس دن روزہ رکھا لیکن لوگوں کو اس کی ترغیب نہیں دی، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ان عائِشة رضِی الله عنها، قالت: کان یوم عاشوراء تصومه قریش فِی الجاهِلِیةِ، وکان رسول الله صلی الله علیهِ وسلم یصومه، فلما قدِم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدِینة صامه، وأمر بِصِیامِهِ، فلما فرِض رمضان کن هوالوانصیة ترك یوم عاشورا، فمن شاء صامه، ومن شاء ترکة(البخاری:٤٥٠٤)

''عائشہؓ نے بیان کیا کہ عاشورا کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھتے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی عاشوراء کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا چاہے نہ رکھے لیکن دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ اہل کتاب عاشوراء کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی حکم دیا اور اس قدر تاکید کی کہ لوگ اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھوانے لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

عنِ ابنِ عباس رضِی اللہ عنہ، قال: قدِم النبِی صلی اللہ علیہِ وسلم المدِینۃ فرأی الیھود تصوم یوم عاشوراء، فقال لھم:ما ھذا؟ قالوا: ھذا یوم صالِح، ھذا یوم نجی اللّٰہ بنِی إسرائِیل مِن عدوِھِم، فصامہ موسیٰ، قال: فأنا أحق بِموسی منکم، فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأمر بصومہ (البخاری: ٤٦٨٠)

''ابن عباس نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے (دوسرے سال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی، اس لئے موسیٰ (علیہ السلام) نے اس دن کا روزہ رکھا تھا، آپ نے فرمایا پھر موسیٰ (علیہ السلام) کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی اس کا حکم دیا۔''

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عاشوراء کی صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو، وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو، وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے، انہیں ہم اون کا

ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے، جب کوئی کھانے کیلئے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔ (بخاری) جب رمضان کے روزے فرض ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس دن کا روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں اختیار دے دیا، صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

صام النبی صلی الله علیہ وسلم عاشوراء وأمر بصیامہ، فلما فرض رمضان ترك، وكان عبد اللہ لا یصومہ، إلا ان یوافق صومہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا تھا مگر جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے، تو عاشورہ کا روزہ بطور فرض چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آن پڑتا یعنی معمول کے مطابق جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے روزے کا دن ہوتا، مثلاً پیر یا جمعرات اور عاشوراء بھی اس دن آن پڑتا تو آپ روزہ رکھ لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہود کی مشابہت سے بچنے کے لئے یہ فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا، تو صرف عاشوراء کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا، صحیح مسلم میں روایت ہے کہ

یقول سمعت عبد اللّٰہ بن عباسؓ یقول حین صام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وأمرنا بصیامہ قالوا یا رسول اللّٰہ! إنہ یوم تعظمہ الیہود والنصاری فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاذا كان العام المقبل إن شاء اللّٰہ صمنا الیوم التاسع قال فلم یأت العام المقبل حتی توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (المسلم: ۱۱۳٤٠)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس دن تو یہودی اور نصاری تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔ راوی نے کہا کہ ابھی آئندہ سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔"

ضروری وضاحت

معزز سامعین کرام: بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف دس محرم کا روزہ رکھنا گناہ ہے،

لہٰذا یوم عاشوراء سے پہلے یا بعد میں ایک روزہ ملایا جائے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ دس محرم کے ساتھ ایک اور روزہ ملانا لازم اور ضروری نہیں بلکہ صرف اولی اور افضل ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فضیلت بیان کی ہے، وہ صرف دس محرم کے روزے ہی سے حاصل ہوتی ہے، البتہ یہود کی مشابہت سے بچنے کے لیے ایک اور روزہ ملانا ایک اضافی فضیلت اور مستحب درجے کا عمل ہے،بعض فقہاء نے تنہا دس محرم کے روزے کو مکروہ تنزیہی کہا ہے لیکن اکثر ائمہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے ذہن میں تنہا عاشورا کے دن روزہ رکھنے میں یہودیت کی مشابہت کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، لہٰذا جو شخص عاشوراء سے پہلے یا بعد میں ایک روزہ رکھنے کی ہمت رکھتا ہو تو وہ پہلے یا بعد میں ایک روزہ ملا کر رکھے اور اولیت وافضلیت حاصل کرے، لیکن جو ہمت نہیں رکھتا ہو یا اور کوئی عذر ہو، تو اسے تنہا عاشورا کا روزہ رکھ لینا چاہیے تاکہ اس کی فضیلت سے محرومی نہ ہو۔

حضرت محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے لکھا ہے کہ عاشوراء کے روزہ کی تین شکلیں ہیں: نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں کا روزہ رکھا جائے،نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارہویں کا روزہ رکھا جائے،صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے،ان میں پہلی شکل سب سے افضل ہے اور دوسری شکل کا درجہ اس سے کم ہےاور تیسری شکل کا درجہ سب سے کم ہےتو حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ تیسری شکل کا درجہ جو سب سے کم ہے، اسی کو فقہا نے کراہت سے تعبیر کردیا ہے،ورنہ جس روزے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہو اور آئندہ نویں کا روزہ رکھنے کی صرف تمنا کی ہو، اس کو کیسے مکروہ کہا جاسکتا ہے۔

یوم عاشوراء کو اپنے گھر والوں پر فراخی کی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ عن ابی هريرة،أن رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم، قال: من وسع على عيالهِ يوم عاشورا وسع اللّٰہعليهِ سائِر سنه " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے کے سلسلے میں فراخی اور وسعت کرے گا تو اللہ تعالی پورے سال اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالی ہمیں ان گذارشات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے ان شا اللہ اگر موقع ملا تو مزید اس حوالے سے گفتگو کریں گے۔

مرتب: مولانا حافظ خرم شہزاد*

ملفوظات امام لاہوریؒ

''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں!

(۲)

امام الاولیاء، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز کے تفسیری افادات جسے والد گرامی، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید نوراللہ مرقدہ نے ۱۹۵۸ء میں حضرت لاہوریؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرکے اسے ضبط اور املاء فرمایااوراپنی زندگی کا ایک طویل حصہ اس کی ترتیب وتالیف میں صَرف کیا،اُن کی حیات کی سب سے بڑی اور آخری خواہش کے مطابق اُن کی شہادت کے بعد حال ہی میں رب العزت نے دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ''تفسیر لاہوری'' کے نام سے شائع کرنے کی توفیق سے نوازا،اس پر بارگاہِ الٰہی میں جتنا بھی شکر بجالایاجائے کم ہے(الحمدللہ علیٰ ذٰلک) ہمارے مخلص رفیق،فاضل نوجوان برادرم مولانا حافظ خرم شہزادصاحب نے دورانِ مطالعہ ''تفسیر لاہوری'' سے حضرت امام لاہوریؒ کے بعض علمی ،فکری ،تاریخی اورسیاسی نکات پر مشتمل ملفوظات کا انتخاب کیاہے جو انتہائی دلچسپ اور معلوماتی ہے۔قارئین ''الحق'' کے افادۂ عام کے لیے یہاں قسط وار شائع کیا جارہا ہے،جس سے امام لاہوریؒ کی علمی وروحانی عظمت شان ، ان کے درسِ تفسیر اور ''تفسیر لاہوریؒ'' کے مقام کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔امید ہے قارئین اس سلسلہ کو پسند فرمائیں گے......(مدیر''الحق'')

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلىٰ قَدَرِ عُقُوْلِهِمْ

''اس قاعدہ سے اس کی مثال واضح ہے کہ انسان کا درجہ جس قدر بلند ہو،اُسی قدر اس کے کلام کا درجہ بھی بلند ہوتا ہے، دیہاتی لوگ وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کواگر ذی علم استعمال کریں تو ان کوکیسی خفت ہوگی جیسا کہ '' بیت الخلاء'' لفظ میں لطیف ہے اور معنی میں کریہہ ہے۔'' (تفسیر لاہوری: ج۱،ص۲۵۱)

علامہ انورشاہ کشمیریؒ کا مقامِ علم

''علامہ انورشاہ کشمیریؒ عوام کوکبھی تقریرنہیں فرماتے تھے کیونکہ ان کی تقریر عام لوگوں کے فہم سے بالاتر ہوتی تھی،علمائے کرام کی مجلس میں وہ تقریر فرماتے تھے ،اللہ کواپنی شان دکھلانی مطلوب نہیں بلکہ مقصود

انسانوں کو راہِ راست پر لانا اور ان کو ذہن نشین کرانا قرآن کا مقصود ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱،ص۲۵۱)

قرآن سے ہدایت پانے کی تین شرائط

''قرآن کریم کے مفید ثابت ہونے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے یعنی وہ شخص قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرسکتا ہے جس میں آئندہ تین شرطیں موجود ہوں (۱) اس کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے یعنی اگر تم اپنے معبودِ حقیقی کے ساتھ تعلق بندگی (عبدیت کا تعلق) درست کرنا چاہتے ہو تو قرآن اس کے لیے بہترین رہنما ہے۔ (۲) قوتِ طبعی، جس کا تعلق بدن کے ساتھ ہے، اگر مخلوقِ خدا سے تعلقات خوشگوار رکھنا چاہتے ہو تو یہ اس کے لیے بہترین دستور العمل ہے (۳) قوتِ عقل اور دنیا میں امن قائم رکھنا چاہے تو اس کیلئے یہ بہترین ضابطۂ حیات ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱،ص۲۵۳)

حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ قرآن

''میں نے کئی تراجم (قرآن) سامنے رکھ کر اس ترجمے کو مرتب کیا جو زیادہ قریب ہوا اُسے میں نے جانچ کر کے لکھا، حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسن دیوبندیؒ) نے ترجمہ میں کمال کیا ہے، حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کی وضاحت فرمائی ہے، حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ مغلق ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱،ص۲۵۶)

تخلیق آدم علیہ السلام اور اقطاعِ ارض کی مٹی

''مختلف اقطاعِ ارض سے مٹی جمع کی گئی اور اس سے آدم علیہ السلام کو بنایا گیا۔ خبیث اور طیب ہونا، سختی اور نرمی کی تاثیر ہے جو ہر انسان کے وجود میں آئی ہے یعنی جیسے زمین کے حصوں میں مختلف رنگ پائے جاتے ہیں اسی طرح اولادِ آدم بھی مختلف رنگوں میں ہیں، جس طرح زمین کے بعض حصے طیب وعمدہ ہیں اور بعض بے کار و بنجر، اسی طرح اولادِ آدم بھی ایک قسم کی تقدیر الٰہی کار فرما ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱،ص۲۶۱)

حضرت آدم علیہ السلام اور چالیس حج

''ہندوستان سے آدم علیہ السلام نے جا کر (مکہ مکرمہ میں) چالیس (۴۰) حج کیے اور حضرت آدم علیہ السلام کی حوا سے ملاقات مقام عرفات میں ہوئی، یہ بھی عرفات کی ایک وجہ تسمیہ ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱،ص۲۷۸)

ختم نبوت اور ایک عقلی دلیل

''خیال فرمائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ایک لاکھ تیئس ہزار نوسو ننانوے انبیائے کرام علیہم السلام گزرے ہیں، ایک عدد باقی تھا، اصل میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد کو پورا کرنا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا ہوا، اس کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں، وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' (تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۲۸۲)

حضرت دین پوریؒ سے سکھوں کی بیعت

''ایک مرتبہ میرے مرشد دین پور تشریف لائے، بعض سکھوں نے بھی بیعت کی، بعض کافروں میں بھی شرافت طبعی مادرزاد ہوتی ہے جو آگے چل کر ایمان کا ذریعہ بن جاتی ہے (تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۳۰۵)

دو ہندوؤں کے عجیب واقعات

''ایک ہندو نے مجھے کہا کہ'' قرآن کے ورق الٹانے کے لیے جو لعاب اُنگلی پر لگاتے ہو، یہ نہ لگایا کرو۔'' ان کے ادب واحترام کی یہ حالت ہے۔ ایک دفعہ میں ڈیرہ غازی خان گیا تھا، بعض احباب نے فرمایا کہ یہاں ایک ہندو ہے جو روزانہ عدالت میں پھرتا رہتا ہے اور بآواز بلند کہتا رہتا ہے کہ'' جس کا ضامن نہ ہو میں اس کی ضمانت کروں گا'' وہ ہندو تقریر بھی کرتا ہے اور اس میں قرآن مجید کی آیتیں بھی پڑھتا ہے۔ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ جھوٹی شہادت (گواہی) نہ دیا کریں، اللہ سے ڈرو۔'' (تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۳۰۵)

زندگی کے تین درجات

''ہمارے ایک دوست تھے مولانا فضل حق صاحب، جو غیر مقلد تھے۔ وہ اسی محلہ میں رہتے تھے، کہنے لگے ہمارے گاؤں میں جب کسی کا مہمان آتا تو ایک چارپائی اور ایک برتن پیالہ نمبردار کے گھر سے مانگ لیتے، قصبہ کے بعد شہری زندگی میں ترقی ہوتی ہے، ہر چیز کے لیے علیحدہ دکان ہوتی ہیں کیونکہ شہر میں بڑے اور مالدار لوگ رہتے ہیں، دیہاتوں کے کھانے میں ایک چیز ہوتی ہے دال یا سبزی! بدوی لوگ گاجر اور مولی کو درانتی سے کاٹ دیتے ہیں، دودھ اور لسی کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں اور شہر کا کھانا اس سے الگ ہے، اس میں کئی قسم کے کھانے ہوتے ہیں، وہاں دہلی میں گاجروں کے حلوے اور چاول میں فرق نہیں کیا جاسکتا، زندگی کے یہ تین درجے ہیں (۱) بدوی (۲) قروی (۳) اور شہری۔'' (تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۳۰۷۔۳۰۸)

مرزا قادیانی کا لفظ موت کا غلط ترجمہ کرنا

''مرزا صاحب موت کا معنی نوم کرتے ہیں، یہ غلط ہے کیونکہ مجاز اُس وقت لیا جاتا ہے جس وقت معنی حقیقی معتذر ہو۔'' (تفسیر لاہوری: ج ا،ص ۳۰۹)

علم اور ادب

''طالب علم کو چاہئے کہ وہ اپنے اساتذہ کا احترام کرے اور ادب کو اپنا شعار بنائے اور دن رات اپنے اسباق دروس میں متوجہ رہے اور پارٹی بازی سے اجتناب کرے کیونکہ دیوبند میں پارٹی بازی مختلف علاقوں کے طلبہ کی ہوتی تھی جن میں بعض افغانی تھے اور بعض پنجابی اور بعض بنگالی تھے، میں اپنے تینوں بیٹوں کو نصیحت کرتا تھا، میرا بڑا بیٹا حبیب اللہ اور اسی طرح عبیداللہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اور چھوٹا بیٹا حمیداللہ جو جامعہ اشرفیہ لاہور میں مفتی محمد حسنؒ کے ہاں فارغ ہوا، پس اے بیٹو! تم کو اپنے تمام مشائخ اور اساتذہ کا ادب کرنا چاہئے، ہر استاد کے پاس جاؤ، سلام کرو، (وضوء کے لیے) لوٹے میں پانی بھرو، جوتے سیدھے کرو''بے ادب محروم گشت از فضل رب'' جو لوگ اساتذہ کا ادب نہیں کرتے ان کے علم سے برکت سلب ہوجاتی ہے، پڑھانا اور سمجھانا اور ہے اور برکت اخلاص نیت سے حسبۃً للہ دین کی خدمت کی توفیق اور ہے یعنی جو سوئے ادب کے مرتکب ہوئے تو ناکام اور نامراد ہوئے وہ تو علوم سے فارغ ہوگئے لیکن اِن علوم نے اِن کو کوئی نفع نہیں دیا۔'' (تفسیر لاہوری: ج ا،ص ۳۲۱)

حضرت لاہوریؒ کے فرزند اور اساتذہ کا ادب

''میرے بڑے بیٹے مولوی حبیب اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے اساتذہ کی خدمت اور احترام کرتے تھے، پس وہ علوم میں کامیاب ہوئے اور اللہ تعالی نے انہیں مشرف کیا، مدینہ منورہ میں سکونت کے ساتھ انھوں نے دس سال مدینہ میں درس دیا اور کبھی کبھار مکہ میں بھی جاتے تھے وہاں مسجد حرام میں درس دیتے تھے، میں علماء کو کہا کرتا تھا کہ جب فراغت ہو تو حضرت مدنیؒ کے حضور میں جایا کرو اور حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ کی خدمت میں جایا کرو اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کو غنیمت سمجھو کیونکہ یہ دونوں ولی ہیں اور میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ مولوی حبیب اللہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اس کو بازار سے خوراک اور غذا خریدنے کا حکم دیتے تھے۔'' (تفسیر لاہوری: ج ا،ص ۳۲۱)

حضرت مدنیؒ ایک بے نظیر اور جامع الصفات شخصیت

''تقسیم ہند سے پہلے حضرت مدنیؒ جمعیت علماء ہند کے دفتر میں (اجلاس میں) شرکت کے لئے تشریف لائے جو ملتان میں تھا اور دارالعلوم دیوبند کے نوجوان فضلاء وہاں جمع تھے اور وہ حضرت مدنیؒ کا بہت ادب کرتے تھے، میں نے کبھی حضرت مدنیؒ کے سامنے بے ادبی سے بات نہیں کی۔ میں جمعیت کی مجلس عاملہ کا ممبر تھا، حضرت (مدنیؒ) نے نامزد کیا تھا، چار چار گھنٹے ٹِک کر بیٹھا کرتا، مدارس کے نئے نئے نمائندے تھے وہ بول رہے تھے، تمیز و تربیت نہیں تھی کہ کس کے سامنے بول رہے ہیں، حضرت صدر تھے جب مجلس سے کھڑے ہوئے فرمایا: احمد علی! میں نے کہا: حضور! فرمایا: میری جگہ آپ بیٹھ جاؤ! بڑی شفقت تھی۔ ایک دفعہ مجھے خط بھی لکھا میں نے اس کو طبع کیا اور میں نے شیخ مدنیؒ کے خط کو محفوظ کیا جو میری اولاد کی نجات کے لیے بھی کافی ہوگا اور ان شاء اللہ قیامت کے دن مجھے نفع دے گا، اہل معرفت ان امور کو جانتے ہیں۔'' (تفسیر لاہوری: ج۱،ص۳۲۲)

حضرت مدنیؒ کا بیت الخلاء کی صفائی کا واقعہ

''ایک دن حضرت شیخ الہندؒ کے کچھ مہمان آئے، انہیں مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا تو ایک آدمی جو روزانہ یہاں آتا تھا اور بیت الخلاء کو صاف کرتا تھا، مہمان نے اُس آدمی کو دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ پس یہ آدمی خاموش ہوگیا، پھر جب وہ اس کے قریب آیا تو پہچانا کہ یہ حضرت مدنیؒ ہیں۔ پس حضرت مدنیؒ نے اس آدمی سے عہد لیا کہ اس راز کو کبھی کسی کے سامنے افشاء نہ کرنا، یہ میرے استاد کے مہمان ہیں اور مجھ پر ان کا احترام واجب ہے، میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ حضرت مدنیؒ جیسے جامع الصفات تمام سرزمین میں نہیں ہیں۔'' (تفسیر لاہوری: ج۱،ص۳۲۳)

بار بار حرمین شریفین حاضری کا انعام

''اللہ نے مجھ پر انعام کیا کہ مجھے شرف بخشا مکہ مکرمہ کی طرف آٹھ مرتبہ حجاز گیا، پانچ مرتبہ حج کرنے اور تین مرتبہ عمرے کی سعادت نصیب ہوئی (بعد میں بھی حاضری ہوتی رہی اور وصال تک چودہ مرتبہ حاضری کا ذکر ہے) حرمین میں بہت سے اولیاء جمع ہوتے رہتے ہیں، میں نے بہت سے مشائخ، اولیاء، اتقیاء اور علماء ربانیین دیکھے ہیں لیکن ان میں سے حضرت مدنیؒ کی نظیر نہیں دیکھی۔''

(تفسیر لاہوری، ج۱،ص۳۲۴)

مولانا سندھیؒ کے وفا شعار شاگرد

''میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ہاں مدرس تھا، ان کا بہت احترام کرتا اور اپنے شیخ کی خدمت بھی کرتا، میں باورچی بھی تھا اور سقاوی بھی، پھر ان کی دعائیں ساتھ تھیں ان کے تلامذہ میں کسی کو دین کی خدمت میری طرح نصیب نہ ہوئی، باوجودیکہ میں گناہگار ہوں بڑا عالم نہیں ہوں، میں نے قرآن سارا تو نہیں مگر کچھ مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے پڑھا تھا، ادب سے دعا ملتی ہے جو کہ بڑی چیز ہے، یہ چیزیں کتابوں سے نہیں صحبت سے حاصل ہوتی ہیں، اللہ والوں کی صحبت میں رہنا چاہیے صحبت سے انسان، انسان بنتا ہے۔'' (تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۳۲۴)

اساتذہ کا ادب اور اس پر ملنے والا انعام

''جب میاں اصغر حسین صاحبؒ دیوبند سے لاہور تشریف لائے تو ان کے ساتھ عبیداللہ انور (فرزند حضرت لاہوریؒ) بھی تھے، جب میں نے دوسرے دن بھی میاں صاحبؒ کو اکیلے دیکھا تو عبیداللہ انور ان کے ساتھ نہ تھے، تو میں نے میاں صاحبؒ سے کہا کہ جب آپ عبیداللہ انور کو خدمت کے لیے ساتھ لائے ہیں تو ان سے خدمت کیوں نہیں لیتے؟ میں نے ان سے کہا بیشک آپ نے میرے ساتھ بھلائی کی، انھوں نے کہا بے شک اس کو اپنے ساتھ لایا اور میں نے ساتھیوں سے کہا کہ یقیناً مولانا احمد علیؒ اپنے بیٹے کے آنے سے خوش ہوں گے، پس آدمی ادب کی وجہ سے کامل بن جاتا ہے۔ میں نے آج کے دن اس قسم کی نصائح بیان کیں تاکہ تم ادب کے اسرار کو جانو اور مشائخ کی عزت کو پہچانو۔'' (تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۳۲۵-۳۲۴)

حضرت رائے پوریؒ کا حضرت مدنیؒ پر اعتماد

''حضرت رائے پوریؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت مدنیؒ کانگریس میں اکیلے ہیں، فرمایا کہ: وہ اکیلے ہیں تو ہم اس اکیلے ہی کے ساتھ ہیں۔ فرمایا: آخر تین بزرگوں حضرت گنگوہیؒ، حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ اور حضرت شیخ الہندؒ نے جب انہیں اپنا نمائندہ چھوڑا ہے تو ان میں کچھ دیکھا ہوگا۔'' (تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۳۴۲)

حضرت مدنیؒ کی توہین اور خدا کا عذاب

''حضرت شیخ الاسلامؒ نے جو رائے لکھی ہے مجھے اس پر فخر ہے وہ کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، ساری دنیا ایک طرف اور وہ دوسری طرف، پنجاب وغیرہ جن جن علاقوں میں حضرت مدنیؒ کی

توہین ہوئی خدا کا عذاب وہیں آیا۔احرار پارٹی حضرت مدنیؒ کی تائید میں تھی، مجھے اطلاع ملی کہ حضرتؒ پشاور جاتے ہوئے آرہے ہیں،فوراً اٹھا،احرار کے دفتر میں اطلاع دی کیونکہ لیگی شرارت کے لیے تیاری کررہے ہیں، پس احرار پارٹی والوں نے آدمی بھیجے۔پھر کسی کی مجال نہ تھی کہ شرارت کرتے، جب احرار والے گئے اور گاڑی چلنے تک ساتھ دوڑتے گئے، لیگیوں نے شرارت نہ کی، پھر دیکھئے! خدا کی قدرت کہ ان علاقوں میں لاکھوں مسلمان قتل ہوئے ہیں اسی امرتسر کے علاقوں میں ،حضرتؒ کا ردعمل یہ تھا کہ دیوبند جاتے، کسی نے وقت پوچھا،کیا ہوا؟ کہتے کچھ نہیں۔اللہ تعالیٰ کے ایک بندے اور عبد صالح ولی اللہ کے بدلے قومیں کی قومیں پکڑی گئیں، خدا کے ہاں اخلاص مقبول ہے، اللہ والوں کی توہین کا یہی نتیجہ ہوتا ہے، اللہ والوں کو ستانا آسان نہیں من عاد لی ولیا فقد آذنته بالحرب (بخاری:۲۳۸۴) جو اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اعلان جنگ ہے۔'' (تفسیر لاہوری: ج۱،ص۳۴۲)

مسیح الملک حکیم اجمل خانؒ اور ڈاکٹر انصاریؒ

''دہلی میں ایک حاذق تھے، مجھے ان کا حلیہ یاد ہے،اس حکیم کو ہیضہ کی شکایت ہوگئی،حکیم اجمل خان اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے،ان کی ایک ہزار فیس تھی ۔نواب لوگ ان کو بلاتے تھے ،حکیم اجمل خان کو''مسیح الملک'' کا لقب ملا تھا۔دوسرے تھے''شفاء الملک''انگریزوں نے انہیں خطاب دیا تھا۔شفاء الملک پر خلاف توقع اسہال ہوا اور سکرات طاری ہوئے، پاس میں ایک ڈاکٹر انصاری بھی (موجود) تھے جو حضرت شیخ الہندؒ کے مرید تھے۔انھوں نے کہا اسے ایک دم کبوتر کے دم مسفوح کا انجکشن لگایا جائے، مسیح الملک بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے،گرم انجکشن لگایا گیا تو اسے تین چار منٹ میں ہوش آگیا، ورثاء کو جو باتیں پوچھنی تھیں پوچھیں،پھر وہ ختم ہوگئے۔تقریب الی الذھن کے لیے میں نے یہ مثال عرض کردی۔'' (تفسیر لاہوری: ج۱،ص۳۴۹)

علماء دین کی تین اقسام

''علمائے دین کی بھی تین قسمیں ہیں:

(۱) ایک وہ ہے کہ شہرۂ آفاق کی بناء پر مسافت بعیدہ سے لوگ آتے ہیں یعنی جس سے علوم کی نہریں بہتی ہیں اور دور دور جاکر لوگوں کے سینوں کو علم سے سیراب کرتا ہے اور لوگ فیض حاصل کرتے ہیں۔جیسا کہ متقدمین میں امام مالکؒ اور فی زمانِنا مولانا شیخ الہند مرحوم ومغفور اور اسی طرح علامہ انور

شاہ کشمیریؒ جن کی خدمت میں لوگ فیض حاصل کرنے کے لیے تمام دنیا سے حاضر ہوتے تھے، اسی طرح حضرت مدنیؒ کہ اقصائے عالم کے طلبہ وعلماء ان سے سیراب ہوئے۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جو شہرۂ آفاق نہیں ہوتے اور مسافت بعیدہ سے لوگ ان کے پاس نہیں آتے لیکن قرب وجوار کے لوگ آ کر ان کے تالاب کے فیض سے سیراب ہوتے ہیں۔

(۳) تیسرے وہ ہیں کہ اگرچہ یہ اوروں کے لیے مفید نہیں ہیں لیکن خشیت الٰہی کی بناء پر ایک گوشہ میں بیٹھے ہیں اور اللہ کو یاد کررہے ہیں اور ان میں انانیت اور عجب نہیں ہوتا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص ۳۵۰)

اوراد ووظائف کا غیر محل میں استعمال

''میرے ایک دوست نے کہا کہ ایک مولوی صاحب کے پاس اخفاء عن النظر (لوگوں کی نظر سے مخفی ہوجانے) کا وظیفہ تھا، ایک شخص نے بڑا اصرار کیا کہ مجھے یہ وظیفہ سکھادو، مولوی صاحب کہتے کہ نہیں! تم اس قابل نہیں، مجھے خطرہ ہے کہ تم لوگوں کے گھروں میں جاکر زنا کروگے، یہی معنی انا نحن فتنۃ کا ہے یعنی غیر محل میں استعمال کرکے مجرم ہوجاؤ گے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص ۳۸۹)

بعض علمائے سوء اور جعلی پیر

''بعینہٖ یہی حالت ہمارے زمانے کے بعض علمائے سوء اور کچھ جعلی پیروں کی ہے کہ ان کا اصلی مشغلہ تربیت ظاہری وباطنی تھا لیکن جس وقت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے گرے تو ذلیل ہوئے اور محنت مشقت کے عادی بھی نہ رہے اور کوئی ہنر وغیرہ بھی نہیں آتا اور سیکھنا بھی اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں تو اس وقت اپنی معاش کا ذریعہ ''نقش سلیمانی'' اور تعویز گنڈوں وغیرہ کو بنالیا ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص ۳۹۱)

حضرت مدنیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ

''میں بعض حضرات کو کہتا ہوں الیس منکم رجل رشید سارے ہی اندھے ہو، تم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو برا بھلا کہتے ہو، تم دیکھتے نہیں کہ ان کی قبر پر تو رحمتیں نازل ہورہی ہیں، ان کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہے۔ یہی حال حضرت انور شاہ کشمیریؒ کا بھی ہے، ایک بھی تم میں آنکھوں والا نہیں، تمہیں شرم نہیں آتی کہ ان اولیاء اللہ مقربین بارگاہ الٰہی کو برا بھلا کہتے ہو۔''

(تفسیر لاہوری: ج ۱، ص ۴۱۱)

قسط (۱)

مولانا راشد الحق سمیع

سفرنامہ چین

حکومت چین کی دعوت پر پاکستانی علمائے کرام کا دورۂ چین

حکومت چین کی وزارت خارجہ اور پاکستان میں قائم چینی سفارتخانے کی خصوصی دعوت پر ملک کی مختلف مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور اسکالرز کا ایک اہم نمائندہ وفد سات روزہ سرکاری دورے پر ۱۱رجولائی ۲۰۲۳ء کو چین روانہ ہوا۔ وفد کا بنیادی مقصد ریلیجس ڈپلومیسی کے ذریعے صوبہ سنکیانگ کے مسلم اکثریتی علاقے کا وزٹ کرنا تھا اور علاقے کی موجودہ صحیح صورتحال سے آگاہی حاصل کرنا تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہاں کے مقامی حکام اور اقتدار پر فائز کمیونسٹ پارٹی کے رہنماؤں سے تبادلہ خیال کرنا تھا اور باہر کی مسلم دنیا کے ساتھ عرصہ دراز کے بعد ایغور مسلمانوں کا یہ پہلا باضابطہ ملاقات کا ذریعہ تھا۔ ان شاء اللہ! اس دورے سے وہاں کے حکام اور ایغور مسلمانوں کے درمیان اعتماد سازی مزید بہتر ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ پڑوس میں ابھرتی ہوئی نئی سپر طاقت کے ساتھ دینی جماعتوں اور دینی مدارس کے تعلقات کو بھی استوار کرنا تھا کیونکہ اس سے قبل ایک سپر پاور نے اپنا سارا ایجنڈا اور پروپیگنڈا ہی دینی مدارس اور اسلامی تنظیموں کے خلاف گھڑا تھا، گزشتہ بیس پچیس سالوں میں مغرب کے ہاتھوں جتنا نقصان علماء وطلباء، دینی مدارس اور اسلامی جماعتوں کا ہوا ہے شاید ہی اس سے قبل کسی اور طبقے کے خلاف اتنا منفی پروپیگنڈا اور اقدامات کئے گئے ہوں۔

بہرحال! سارے چین میں اس دورے کی نمایاں کوریج مرکزی میڈیا میں مثبت انداز میں پیش ہوئی اور چینی عوام داڑھیاں، پگڑیاں، شلوار قمیص، اسلامی ثقافت اور علماء کو اپنے حکام کے ساتھ ملتا دیکھ کر خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوگئے کیونکہ اس سے قبل 2014-2008 میں مقامی علیحدگی پسند گروپوں اور چینی لوگوں کے جھگڑوں کی وجہ سے میڈیا میں بہت منفی تاثر قائم ہوگیا تھا۔ اب یہ نیا ماحول صوبہ سنکیانگ اور تمام چینی عوام کیلئے نہایت ہی خوشگوار تھا، اس دورہ سے مجموعی طور پر وہاں ایک مثبت اور تعمیری تاثر ابھرا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پاک چین دوستی کو مزید گہری ہوئی ہے اور لامذہب چینی

حکام نے علماء، دینی مدارس اور اسلامی جماعتوں کے ساتھ مستقبل کے لئے نیک خواہشات اور دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے یہ خود بہت بڑی اچیومنٹ ہے، چین معاشی سپر پاور بننے کے بعد اب عالمی سیاست اور خصوصاً ایشیائی ممالک کے مسائل میں گہری دلچسپی لے رہا ہے، سعودی عرب اور ایران کے تعلقات کی بحالی اور صلح میں اس نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے جو امریکہ اور مغربی ممالک کے لئے کسی سرپرائز سے کم نہیں ہے، اسی طرح افغانستان میں بھی امارت اسلامیہ کے ساتھ معاشی ،اقتصادی اور سیاسی شعبوں میں بھی یہ کلیدی کردار ادا کررہا ہے (افغانستان میں حالیہ گیس اور پیٹرول کی دریافت بھی چینی حکومت کے تعاون سے ہوئی ہے، مستقبل میں چین افغانستان کو معاشی لحاظ سے بھرپور طریقے سے کھڑا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے) ہمارے وفد کا دورہ بھی چین کی اسی عالمی سفارت کاری کی ایک اہم کڑی ہے۔

کچھ چین کے متعلق

چین آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے ،رقبے کے لحاظ سے تیسرا،اقتصادی اور عسکری لحاظ سے امریکہ کے ہم پلہ ملک ہے۔اس میں تقریباً چھپن نسلیں بستی ہیں ،اس کی چھ ہزار سال پرانی تہذیب وتمدن ہے،چین کا رقبہ پچانوے لاکھ چھیانوے ہزار نوسو اکسٹھ کلو میٹر ہے، چائنا کی جی ڈی پی امریکہ سے کچھ ہی کم ہے ، ون بیلٹ ،ون روٹ کے منصوبے کی تکمیل کے بعد مستقبل قریب میں چین ساری دنیا کو اقتصادی میدان میں پیچھے چھوڑ دے گا ،یہ عظیم شاہراؤں کا منصوبہ ساٹھ سے زائد ممالک تک پھیلا ہوا ہے، اسی لئے تو امریکہ اور مغرب سی پیک وغیرہ کے مخالف ہیں، چین موجودہ عہد میں مغرب کے ہم پلہ بڑی معاشی طاقت کے طور پر ابھر رہا ہے اور یہ سب سے بڑا ایکسپورٹر ملک بھی ہے ،اس کی آبادی ایک ارب تینتالیس کروڑ ہے اور فی کس آمدنی 20667 ڈالرز سے زیادہ ہے ،چین 1949ء میں آزاد ہوا۔لفظ چین چن شاہی سے ماخوذ ہے،اصل میں چن شی ہوانگ بادشاہ تھا ،چیئرمین ماؤزے تنگ جدید چین کا معمار ہے،چین کے کل بائیس صوبے ہیں، پانچ خودمختار علاقے ہیں جن میں سے ایک سنکیانگ بھی ہے،چین کی کرنسی یوآن ہے،چین کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی سرحدیں چودہ ممالک سے لگتی ہیں اس کا کل رقبہ 9596961مربع کلومیٹر ہے،چین میں پچاس ہزار غیرملکی ملٹی نیشنل کمپنیاں کام کررہی ہیں صرف شنگھائی شہر میں پینتیس ہزار رجسٹرڈ ہیں، چائنا کا وقت پاکستان سے تین گھنٹے آگے ہے،چائنیز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ کرسی اور میز کے علاوہ چار ٹانگوں والی ہر چیز کو کھا جاتے ہیں،چین میں حکومت

لامذہب ہے لیکن دیگر مذاہب بھی وہاں پائے جاتے ہیں، تاؤ مت، بدھ مت، کنفیوشس ازم (Confucius) اسلام اور عیسائیت وغیرہ، چین میں مسلمانوں کی تعداد سات آٹھ کروڑ بتائی جاتی ہے، جن میں سرفہرست ایغور ترک النسل اور''ہوئی''مسلمان قابل ذکر ہیں، ہاں اکثریتی چینی لوگ تاؤ مت، بدھ مت، کنفیوش مت کو مانتے ہیں، چینی اپنی چار ایجادات کے لئے بہت مشہور ہیں جن میں کمپاس (قبلہ نما آلہ)، بارود، کاغذ، چھاپہ خانہ قابل ذکر ہیں۔

ہمارا وفد جس میں راقم کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جناب ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب، انٹرنیشنل ریسرچ کونسل کے سربراہ جناب محمد اسرار مدنی صاحب، امیر اشاعت التوحید پاکستان کے مولانا محمد طیب طاہری صاحب، سابق وزیر تعلیم و نائب امیر جمعیت علما اسلام (ف) مولانا فضل علی حقانی صاحب، ترجمان جمعیت علما اسلام (س) مولانا سید محمد یوسف شاہ، سربراہ خارجہ امور جماعت اسلامی جناب محمد آصف لقمان فرزند قاضی حسین احمدؒ، سابق ممبر قومی اسمبلی ڈاکٹر مولانا عطا الرحمٰن صاحب، سربراہ مسلم انسٹیٹیوٹ صاحبزادہ سلطان احمد علی، ڈائریکٹر IRCRA مولانا تحمید جان ازہری شامل تھے۔ہم طویل سفر (تقریباً گیارہ گھنٹے) کے صبر آزما مراحل کے بعد بیجنگ کے نئے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہنچا (جو اس وقت دنیا کا پہلا یا دوسرا بڑا اور مصروف ترین ایئرپورٹ ہے) ایئرپورٹ کی وسعتوں محیر العقول انتظامات، چھتوں کی اونچائیوں، ڈیزائن، زیر زمین بغیر ڈرائیورز کے ٹیوب ٹرینوں کے ذریعے اپنے سامان کی بیلٹ تک پہنچنے اور جدید ترین سہولیات کو دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے، باہر گیٹ پر وزارت خارجہ کے نمائندے مسٹر فان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہمارے وفد کیلئے منتظر تھے، چونکہ جہاز بہت تاخیر سے پہنچا تھا تو ہوٹل جانے کے بجائے یہ طے ہوا کہ سیدھا دیوار چین جایا جائے کیونکہ بارش اور عصر کا وقت قریب ہونے کی وجہ سے یہ شیڈول سے رہ جانا تھا، انسان چین بھی جائے اور دیوار چین کی''زیارت'' بھی نہ ہو تو پھر چین جانے کا کیا''فائدہ''؟ یہ دنیا کے سات عجوبوں میں سے اہم ترین ہے لہٰذا 12 جولائی کو تھکاوٹ کے باوجود دیوار چین کی بلندیوں اور اس کی عظمت رفتہ پر ہم نے اپنی کمندیں ڈال ہی دیں ......

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

12 جولائی: عصر کا وقت قریب تھا، بارش بھی زوروں پر تھی لہٰذا وفد کو دنیا کے منفرد عجوبہ''دیوار چین'' کے لئے روانہ کردیا گیا، بیجنگ سے دیوار چین تک کا فاصلہ تقریباً 65-70 کلومیٹر بنتا ہے، ایک گھنٹہ کی

مسافت طے کر کے ہم وہاں پہنچے، تو سب سے پہلے نماز ظہر ادا کی، بعد میں ریسٹورنٹ گئے جہاں حلال کھانے کا انتظام تھا، خالص چینی روایتی کھانوں سے ہماری مہمان نوازی کی گئی، پھر بھی پھونک پھونک کر احتیاط کے ساتھ کھاتے رہے، اس کے بعد دیوار چین تک پہنچنے کے لئے مختلف مراحل یعنی طویل پیدل چڑھائیاں اور دیو ہیکل سیڑھیاں پر چڑھنا حتیٰ کہ کیبل لفٹ میں بیٹھ کر ہم اس کے کچھ قریب پہنچے تو انکشاف ہوا کہ اب بھی کئی مزید سیڑھیاں اور منزلیں چڑھنا اور سر کرنا باقی ہیں، ہمارے تن آساں رفقاء کو اس شوق بلاخیز کا عشق وجنوں بھاری پڑ رہا تھا، جگہ جگہ ستانے کے لئے بیٹھنا پڑا، بار بار غالب کا یہ شعر زبان پر آ رہا تھا......

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبال دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

بہر حال! دیوار سامنے نمودار ہو ہی گئی، ہمارے وفد کے سربراہ محترم جناب قبلہ ایاز صاحب پیرانہ سالی میں بھی یہ سارے مراحل طے کرر ہے تھے، ان کی فکر ہم سب کو زیادہ لاحق تھی لیکن ماشاء اللہ! جناب ڈاکٹر صاحب نے بھرپور ہمت کی اور واپس نہیں ہوئے بلکہ آخر تک دیوار چین کی بلندیوں سے خود کو محظوظ کرتے رہے۔ (راقم نے حضرت والد شہید صاحبؒ کے اگست 1980ء کے دورۂ چین کے البم میں دیوار چین کی سب سے پہلے تصاویر دیکھی تھیں اور انہی سے اس کے قصے سنے تھے پھر حضرت والد صاحبؒ 2005 میں پارلیمانی وفد کے ساتھ چین تشریف لے گئے تھے اور دیوار چین کو دوبارہ دیکھنے کا موقع بھی ملا تھا) آخرکار بھرپور جدوجہد کے بعد عظیم دیوار کو سر کرنے کے لئے بالآخر اوپر پہنچ ہی گئے۔ یہ عظیم دیوار پہاڑی کی چوٹی پر قائم تھی، ہر طرف بادلوں کا راج تھا اور سیاحوں کے جھنڈ ہر سمت دیوار چین پر پھیلے ہوئے تھے۔ آیئے دیوار چین کی مختصر تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

عجوبہ عالم عظیم"دیوار چین"

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے تقریباً کئی صدیاں قبل چین کے بادشاہ چن شی ہوانگ نے چین کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ کرنے کے لیے شمالی سرحد پر ایک دیوار بنانے کا ارادہ کیا اور اس دیوار کی ابتدا چین اور منچوکو کی سرحد کے پاس سے کی گئی، اس زمانے میں ہن اور تاتار چین کے بڑے دشمن تھے جو وسط ایشیا میں کافی طاقتور سمجھے جاتے تھے، یہ دیوار مشرق میں واقع چینی صوبے ہوشان لیاؤنگ (Hushan Liaoning) کے بوہائی سمندر سے شروع ہوتی ہے اور خوبصورت پہاڑوں، صحراؤں اور

سمندروں سمیت چین کے نو صوبوں سے گزرتی ہوئی مغربی صوبے گنسو (Gansu) میں جے یوگوان پاس کے مقام پر اختتام پذیر ہوتی ہے، یہ دیوار تشی ہونگ نامی چینی بادشاہ کے دور میں تمام دیواروں کو جوڑ کر ایک طویل دیوار بنا دی گئی، اس دیوار کی لمبائی تقریباً تیرہ ہزار ایک سو ستر میل ہے، اس کی چوڑائی پندرہ سے بیس فٹ اور اونچائی بھی تقریباً پچیس سے تیس فٹ کے قریب ہے اور ہر دو سو گز کے فاصلے پر حفاظتی پہریداروں کے لئے مضبوط پناہ گاہیں یعنی کمرے بنائے گئے ہیں، یہ انسانی ہاتھوں سے بنی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی اور لمبی تعمیر ہے، اس میں پتھر، مٹی، چاول، چونا وغیرہ شامل کیا گیا ہے تقریباً دس لاکھ افراد نے مل کر اسے تعمیر کیا ہے اور لاکھوں لوگوں سے جبری کام بھی لیا گیا ہے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق پانچ لاکھ افراد اسی میں دفن کئے گئے ہیں، دیوار چین کے قصے کہانیاں چین کے ادب و کلچر میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ بیجنگ کے ساتھ اس کا جو حصہ لگتا ہے وہ تقریباً پینسٹھ سے ستر کلومیٹر بنتا ہے۔ دیوار چین کی ''سلامی'' کے بعد ہم لوگ رات کو عشاء کے وقت واپس ہوئے، بیجنگ کے فائیو سٹار ہوٹل (Dagongguan) میں ہمارے لئے بکنگ کی گئی تھی، سب سے پہلے ڈنر ہوا کیونکہ میزبانوں نے بتایا کہ ساڑھے نو سے دس بجے تک ڈائننگ ہال بند کردیا جاتا ہے حالانکہ ہمارے پاکستان میں تو دس بجے کے بعد ڈنر شروع ہوتا ہے اور یہ سلسلہ نصف شب تک جاری رہتا ہے۔ اسی لئے تو ہماری آدھی قوم پھر گیارہ بجے تک سوئی رہتی ہے، تمام چینی رات سات یا آٹھ بجے تک کھانا کھا لیتے ہیں اور وقت پر سوجاتے ہیں، پھر علی الصبح چینی اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں، رات کو آٹھ بجے کے بعد ڈیڑھ ارب آبادی والی قوم آپ کو شاہراوں، فٹ پاتھوں اور شہروں میں کہیں نظر نہیں آئے گی، حتیٰ کہ ہمیں ڈھائی تین کروڑ افراد پر مشتمل بیجنگ میں نہ فارغ، بیکار اور آوارہ اور بے وقت پھرتے لوگ نظر آئے نہ گیلین شہر میں اور نہ یانگشو میں، جو قومیں وقت پر جاگتی ہیں تو ان کے نصیب بھی جاگتے ہیں اور جو قومیں مغلیہ سلطانوں کی طرح ۱۱۔۱۲ بجے اٹھ کر ناشتہ کرتی ہیں تو ان کی نصیب بھی سوتے رہتے ہیں اور شکست و ریخت و ناکامیاں ان کا مقدر ہوا کرتی ہیں۔

بہرحال! تمام ارکان کے لئے ہوٹل میں اپنے اپنے کمرے مختص تھے، بیجنگ بہت وسیع و عریض خوبصورت سرسبز و شاداب شہر ہے، غالباً دنیا کا چوتھا یا پانچواں بڑا شہر ہے لیکن پھر بھی صفائی، نظافت، ڈسپلن مثالی تھا۔ چین کے اکثر شہروں میں ٹریفک پولیس اور روایتی پولیس و فوج ہمیں نظر نہ آئی نہ کسی کے پاس کلاشنکوف دیکھی نہ چھوٹا موٹا اسلحہ۔ بس ایک خودکار طریقے اور نظام سے پورا ملک چل رہا ہے۔ صرف اور صرف قانون کی حکمرانی ہے۔ قانون کے ملکوں میں ترقی یافتہ قوموں کی اس

طرح نشو ونما کی گئی ہے کہ اب ان پر کسی زبردستی اور جبر کی ضرورت نہیں رہی۔ٹریفک قانون کے مطابق چلتی ہے،زیادہ تر لوگ الیکٹرانکس موٹر سائیکلوں پر سفر کرتے ہیں تاکہ آلودگی نہ پھیلے،بسیں بھی الیکٹرانک ہیں اور زیرزمین ٹرینیں بھی بجلی سے چلتی ہیں،پھر ہفتے میں مختلف زون مقرر ہوئے ہیں اس کے مطابق لوگ اس دن اپنے گاڑیاں باہر نہیں نکالتے تاکہ فضاء میں آلودگی نہ پھیلے اور لوگ ازخود ایثار کرکے پبلک ٹرانسپورٹ کا سہارا لیتے ہیں۔قومی مفاد میں اس قسم کے ایثار کا ہمارے پاکستانی معاشرے میں کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ایسا لگتا ہے کہ چائینز عوام گوشت پوست کے انسان نہیں بلکہ روبوٹس ہوں جو اپنے اپنے کاموں اور اداروں میں ہمہ وقت منہمک نظر آتے ہیں۔اسی لئے تو یہ لوگ اپنے ملک کو دنیا بھر کی تمام ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں قلیل عرصے میں پہلے نمبر پر لے آئے ہیں۔دنیا چین کی حیرت انگیز برق رفتار ترقی اور ایجادات پر انگشت بدنداں ہے۔

''پیلیس میوزیم'' شہر ممنوعہ

13 جولائی: وفد کو صبح بیجنگ کے معروف پیلیس میوزیم لے جایا گیا،جسے بادشاہوں نے عوام کے لئے ''شہر ممنوعہ'' قرار دیا تھا(جس طرح پاکستان میں حکمرانوں نے ''شاہراہ دستور'' کو وی آئی پی اور ریڈ زون قرار دیا ہے) ہمیں میزبان گائیڈ نے محل میں داخل ہوتے ہوئے بتایا کہ بادشاہوں کے یہ محلات آج آپ کی مہمان نوازی اور خدمت کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور آج آپ مہمان لوگ ہمارے لئے بادشاہوں جیسے ہیں۔ان کلمات سے چینی لوگوں کی مہمان نوازی اور قدر دانی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ویسے بھی چینی دنیا بھر میں اپنی شاندار روایات اور مہمان نوازی کے لئے معروف ہیں۔

یہ ''پیلیس میوزیم'' پہلے پہل چینی منگ بادشاہوں نے بنایا تھا،یہ بہت بڑے رقبے پر مشتمل ہے اس کے اردگرد خوبصورت جھیلیں اور فصلیں بھی ہیں،یہ تقریباً سولہ محلات پر مشتمل ہے،محل کا پہلا حصہ سرکاری دفاتر کے طور پر،دوسرا بادشاہوں کے زیراستعمال ہوتا تھا اور تیسرا حصہ ان کے خاندانوں کا ہوتا تھا،میں نے پیرس میں لوئی خاندان کے عظیم الشان شاہی محلات بھی دیکھے ہیں اور دیگر بادشاہوں کے شاہی دربار بھی لیکن غالباً قدیم بادشاہوں کے محلات میں یہ سب سے بڑا محلات کا طولانی سلسلہ ہے،اس میں صرف کمروں کی تعداد نو ہزار نو سو ننانوے بنتی ہے۔برآمدے،چبوترے اور صحن اس کے علاوہ ہیں،یہ تمام عمارتیں صنوبر کی قیمتی لکڑی سے بنی ہوئی ہیں،جن پر سلیقے سے سرخ اور پیلا رنگ کیا گیا ہے،چین میں پیلا رنگ بادشاہوں کے استعمال میں ہوتا تھا اگر عام رعایا پیلا رنگ استعمال کرتی تو اسے موت کی سزا سنائی جاتی۔محل میں ہزاروں چینی سیاح ہمارے ساتھ گھوم پھر رہے

تھے (کیونکہ وہاں گرمیوں کی چھٹیاں چل رہی تھیں) بارش بھی زوروں پر تھی جس سے موسم قدرے بہتر ہو گیا تھا، یہ محلات مختلف شاہی خاندانوں نے وقفے وقفے سے تعمیر کئے تھے، چین پر کئی شاہی خاندانوں نے حکومتیں کی ہیں ۔جن میں چند نمایاں خاندان یہ ہیں: ہان خاندان 206 قبل مسیح تا 220 قبل مسیح تک قائم رہا، انہوں نے کلاسیکی ادب کی طرح ڈالی، کاغذ ایجاد کیا، موجودہ چینی ہان قبیلے پر فخر کرتے ہیں اور یہ تقریباً 94-92 فیصد کی تعداد میں اب پورے چین میں اکثریت سے موجود ہیں۔ اس کے بعد تانگ خاندان 618 سے 909 تک رہا، انہوں نے محلات کی تعمیرات میں اضافہ کیا اور چھاپہ خانہ بھی بنایا، شاعری مصوری کو عروج بخشا، اس کے بعد، سونگ خاندان 1280 سے قابض ہو گیا ان کے بعد پھر منگول آخرکار دیوار چین کا کچھ حصے ڈھا کر شمالی چین پر قابض ہو گئے اور چنگیز خان نے بالآخر 1214ء میں بیجنگ پر اپنا جھنڈا لہرا دیا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر عزم پختہ اور فولادی ہو تو دیوار چین بھی اس کے سامنے سنگریزے کے برابر ثابت ہوتی ہے۔ پھر منگولوں نے برسہا برس چین پر اپنا قبضہ مستحکم رکھا، معروف سیاح مارکوپولو چنگیز خان کی اولادوں کے اقتدار میں ان کے دربار میں آیا تھا پھر آخری شاہی ''منگ خاندان'' کا طویل دور اقتدار شروع ہوتا ہے اور 1911ء میں اس خاندان کی شہنشائیت بالآخر دم توڑ دیتی ہے، بادشاہوں کے عروج و زوال اور شان و دبدبے اور دیومالائی چینی کہانیوں و افسانوں کے مناظر دل و دماغ کی اسکرین پر چلتے رہے۔ یہ عروج و زوال کی داستان بھی بڑی عجیب ہوتی ہے۔ آج بادشاہوں کے ''شہر ممنوعہ'' کے ''تخت، چبوترے، فوارے، درباروں کی راہداریاں، بالکونیاں اور شاہی گزرگاہیں'' آج عام و خاص کی جوتوں کی نوک پر تھے اور عوام میں سے کسی نے پیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے تو کسی نے لال اور کچھ سرپھرے لوگ بہت ہی مختصر لباس میں بادشاہوں کے شاہی خلعتوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ آج چینی عوام نے تمام پروٹوکولز اور تکلفات کو طاق نسیان کی نذر کر دیا تھا اور ہر طرف بادشاہوں کی زندگی پر بیباک تبصرے اور قہقہے لگائے جا رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ عظمت اور کبریائی تو صرف اللہ کیلئے ثابت ہے۔ ع رہے نام صرف اللہ کا

دوپہر تک ہم محلات کا دورہ کرتے رہے، اس کے بعد ہمیں ایئرپورٹ کے لئے روانہ کر دیا گیا گو کہ بیجنگ میں بہت زیادہ تاریخی جگہیں اور تفریحی مقامات موجود ہیں جس کے لئے کم سے کم ایک ہفتہ درکار ہے لیکن بیجنگ میں ہمارا قیام بہت مختصر تھا، صرف دیوار چین اور پیلیس میوزیم پر ہی میزبانوں نے اکتفا کیا، محلات سے نکلنے کے بعد ہم لوگ ہوٹل پہنچے اس کے بعد ہم گیلن شہر کے لئے محو پرواز ہو گئے ......

کس کی تلاش کون سی منزل نظر میں ہے
صدیاں گزر گئیں کہ زمانہ سفر میں ہے

گیلن شہر کے لئے روانگی

ظہر کو دوبارہ بیجنگ ایئرپورٹ پہنچا دیا گیا وہاں سے گیلن شہر کے لئے فلائٹ روانہ ہوئی ، جہاں ایئرپورٹ پر مقامی گورنمنٹ کے نمائندوں نے وفد کا استقبال کیا۔خوبصورت گیلن شہر سیاحتی صوبے میں واقع ہے ،یہ بہت خوبصورت سرسبز و شاداب اور دریاؤں ونہروں میں گھرا ہوا شہر ہے۔ اس شہر کے بارے میں مقامی لوگ کہتے ہیں کہ East or west Guilin is the Best

14جولائی: صبح نو بجے ہم مسلم گاؤں چینگ جان پہنچے،وہاں مقامی گاؤں کے میونسپل کمیٹی کے ممبران نے وفد کے استقبال کے لئے جمع تھے،وفد کو گاؤں میں سکول اور ثقافتی مراکز کا دورہ کرایا گیا اور وہاں مقامی خوزی مسلمانوں سے ملاقاتیں کرائی گئیں،مقامی مسلم باشندے ہمیں اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پرتپاک طریقے سے ملے،وہاں کچھ دیر گزارنے کے بعد دوبارہ وفد گیلین شہر کے لئے روانہ ہوا جہاں نماز جمعہ شہر کی قدیم ترین اور معروف مسجد چینگ چان میں ادا کرنا تھا۔

1:45پر شہر کے وسط میں واقع جامع مسجد کے صدر دروازے پر پہنچے تو امام مسجد شیخ اسماعیل صاحب اور دیگر مقامی انتظامیہ کے افسران نے ہمارا استقبال کیا۔مسجد میں داخل ہوئے تو انتہائی روحانیت اور سکون محسوس ہوا کہ دیار کفر کے اندھیروں میں اسلام کی شمعیں الحمدللہ! فروزاں اور قائم و دائم ہیں،ان مسجدوں کی رونقیں بھی حضرات صحابہ کرامؓ کے عظیم مجاہدوں ،فتوحات اور کاوشوں کا ثمرہ ہیں،مسجد کے اندر اور باہر چینی ثقافت کے آثار (رنگ و روغن ،طرز تعمیر،خطاطی وغیرہ) مسجد میں بھی نمایاں تھے، امام مسجد نے طویل چینی زبان میں تقریر کی اور پاکستان چین دوستی کی تاریخ اور مسلمانوں کے نمائندہ وفد کی گیلن میں آمد کی مناسبت سے خیر مقدمی کلمات پیش کئے ،بعد میں عربی زبان میں خطبہ دیا گیا، اس کے بعد مسجد کے احاطے میں قائم خصوصی ثقافتی کمرے میں لے جایا گیا جہاں پر قدیم عربی زبان میں قرآن پاک کے مخطوطات اور دیگر اسلامی کتب محفوظ کی گئیں تھیں،اسی جگہ شہید جنرل ضیاء الحق کا پیش کردہ قرآن پاک کا وہ نسخہ بھی محفوظ ہے جو انہوں نے اس مسجد کے دورہ کے موقع پر اس مسجد کے لئے پیش کیا تھا، جنرل ضیاء الحق صاحب کی دورہ کی تصاویر بھی دیوار پر آویزاں تھی ،جنرل ضیاء الحق صاحب نے ہی چینی حکومت کو یہ آفر کی تھی کہ چینی مسلمانوں کو پاکستان بھیجا جائے تو پاکستان اپنے مسلم

چینی بھائیوں کو فریضہ حج ادا کرانے کے لئے اپنی خدمات پیش کرے گا، چنانچہ کئی برس تک چینی مسلم بھائیوں کو اسلام آباد کے ذریعے سعودی عرب بھیجا جاتا رہا، اس کے علاوہ بھی جنرل ضیاء الحق صاحب نے چینی مسلم بھائیوں کو اسلامی لٹریچر بھی وقتاً فوقتاً فراہم کیا۔

نماز جمعہ کے بعد وہاں پر متعدد پاکستان سٹوڈنٹس بھی نماز پڑھنے آئے تھے، ہمیں اپنے درمیان پاکر وہ بہت مسرور ہوئے۔ چین میں اعلیٰ تعلیم کا حصول باقی ممالک کی نسبت سستا ہے اسی لئے پاکستانی سٹوڈنٹس کی بڑی تعداد چین کی یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کررہی ہے۔ عربی مقولہ ہے کہ اطلبوا العلم ولو بالصين "علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین تک جانا پڑے" ہمیں چین میں کئی پاکستانی اور بالخصوص پشتون اعلیٰ تعلیم یافتہ طالب علم، پروفیسرز اور اساتذہ دوران سفر ملتے رہے جو وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہاں کی یونیورسٹیز میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اس کے بعد مسجد کے برآمدے میں امام صاحب اور دیگر گیلن شہر کے اعلیٰ افسران وزرات خارجہ عہدیداران اور کمیونسٹ پارٹی کے رہنماؤں کے ساتھ طویل میٹنگ منعقد ہوئی، دوطرفہ تعارف کے بعد دونوں جانب سے تقاریر کی گئیں اور چینی حکومت کے نمائندوں نے وفد کو آگاہ کیا کہ یہ مسجد اور اسلامک سنٹر مسلمانوں کی یہاں مذہبی آزادی کی علامت ہے اور چینی حکومت نے اس کو رینویٹ کرنے اور دیگر سہولیات کے لئے خطیر رقم صرف کی ہے اور اس شہر میں مسلمانوں، عیسائیوں، بدھ مت وغیرہ کے اپنے اپنے عبادت خانے محفوظ اور کھلے ہوئے ہیں۔ وفد کے سربراہ جناب قبلہ ایاز صاحب نے نہایت ہی خوبصورت اور جامع انداز میں وفد کے اغراض ومقاصد بیان کئے، مسجد میں دو گھنٹے نماز، میٹنگ اور مسلمانوں سے ملاقات کے بعد وفد کو شہر کے ایک خوبصورت مقام پر لے جایا گیا پھر گیلن شہر کے میئر نے وفد کے اعزاز میں ایک پرتکلف عشائیہ کا انتظام کیا تھا، یہ ایک خوبصورت ترین سرکاری علاقہ تھا جس کے استقبالیہ ہال میں میئر نے خیر مقدمی کلمات کہے اس کے جواب میں چیئر مین صاحب نے جوابی تقریر فرمائی۔ وہاں سے پیدل گزرتے ہوئے اس ہال میں عشائیہ کے لئے گئے جہاں میئر نے بتایا کہ یہاں پاکستان کے اکثر سیاسی رہنماؤں اور عالمی رہنماؤں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے مثلاً جنرل ضیاء الحق، وزیراعظم جونیجو، میاں نواز شریف اور بلاول بھٹو بھی یہاں آچکے ہیں۔ چینی ثقافت اور تہذیب بہت قدیم ہے، ہر چیز میں چینی منفرد ہیں، ان کی مہمان نوازی اور فیاضی بھی دنیا بھر میں ضرب المثل ہے، مختلف انواع واقسام کے کھانے مختلف طریقوں سے یہ پیش کرتے ہیں، برصغیر اور دنیا میں عام طور پر ایک ساتھ ہی پیش کیا جاتا ہے لیکن چائنیز لوگ ایک ایک ڈش تسلسل کے ساتھ لاتے

رہتے ہیں اور یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا ہے۔اس میں ہمارے ہاں کی ٹھنڈا اور گرم اور میٹھے کڑوے کی ترتیب نہیں ہوتی بلکہ چین میں ترتیب ساقط ہوتی ہے۔چائنیز نیم گرم پانی یا بہت اُبلا ہوا پانی استعمال کرتے ہیں۔اس پر پہلے دن ایک لطیفہ بھی میرے ساتھ ہوا کھانے کی میز پر میں نے ویٹر کو پانی لانے کے لئے کہا کیونکہ ٹھنڈا پانی کہیں نظر نہیں آیا،تو ویٹر نے ایک شیشے کے بڑے گلاس میں پانی میرے سامنے رکھ دیا، میں پھونک پھونک کر کھانا کھا رہا تھا اور ''فکرِ حلال'' میں بے دھیانی کے ساتھ گلاس کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میرا ہاتھ جل گیا اور گلاس میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا، نیچے کھولتا ہوا گرم پانی ہر سمت پھیل گیا، دھواں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ چینی تو کھانے کے دوران ابلا ہوا پانی پیتے ہیں، یہ ماجرا دیکھ کر میں اور برادرم تحمید جان ہنسی سے نیم جاں ہوگئے۔ بہرحال! اسی اُبلے ہوئے پانی کی بدولت چائنیز بہت مستعد اور جسم کے دردوں سے بے نیاز ہوتے ہیں، ایئر کنڈیشن کا استعمال بھی بہت ہلکا کرتے ہیں۔محنت اور مستعدی کی وجہ سے سارے چین میں ہمیں موٹے پیٹ والے افراد نظر نہیں آئے یا تو ان کے پیٹ نہیں نکلے ہوتے یا ہماری آمد کی وجہ سے انہیں چھپا دیا گیا ہو، دعوت کے دوران مختلف موضوعات پر بات چیت بھی ہوتی رہی، پھر شام کو گیلن شہر کی سیر کرانے کے لئے کشتی کے ذریعے سے شہر کا نظارہ کرایا گیا جو انتہائی متاثر کن ،خوبصورت اور یادگار مناظر پر مشتمل تھا۔

رات قیام کرنے کے بعد صبح 15 جولائی کو دوسرے شہر یانگشو میں جانے کے لئے دریائے لی کے کنارے پر ہم پہنچے، یہاں سے ہمارا سفر کروز (چھوٹے بحری جہاز) کے ذریعے چار گھنٹے پر محیط تھا،زندگی میں بحری جہازوں ،لانچوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے دنیا بھر کی سیاحت کی ہے لیکن گیلن سٹی سے یانگشو شہر جانے کا سفر ایک منفرد حسین تجربہ تھا،خوبصورت سرسبز وادیوں اور دریا کے دونوں جانب بلند و بالا منفرد چھوٹے بڑے مخروطی شکل کے منفرد پہاڑوں کے درمیان یہ سفر بہت ہی نرالا تھا۔ ہر جانب آنکھوں کو تروتازگی بخشتا ہوا سبزہ ،دریا کی روانی اور حسین نظاروں نے ایک الگ ہی سماں باندھ دیا تھا۔ چینیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ دنیا کا سب سے خوبصورت قدرتی مناظر (لینڈ اسکیپنگ) والا علاقہ ہے اور وہ اس پر بہت فخر کرتے ہیں دنیا بھر کے سیاح ''گیلن'' اور ''یانگشو'' دیکھنے کیلئے یہاں آتے ہیں۔ یہ الگ بات کہ کورونا کے بعد اب صورتحال بالکل مختلف ہے اور بیرونی سیاح نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن ہمارے ایک شریک سفر نے بہت اچھا تبصرہ کیا کہ چین کو بیرونی سیاحوں کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے یہ خود ہی ڈیڑھ ارب پر مشتمل سیلانی قوم ہے۔ان کی سیاحت کا پہیہ اپنے ہی شہریوں کے ذریعے رواں دواں ہے، بہرحال! چار گھنٹے

کے طویل سفر کے بعد ہم ''یانگشو'' شہر پہنچے،تو یہ شہر گیلن سے بھی زیادہ خوبصورت تھا،یانگشو شہر میں مقامی لوگوں نے وفد کا استقبال کیا اور شہر کے سب سے بڑے خوبصورت ریزوٹ میں ہمارے قیام کیلئے انتظامات کئے گئے تھے،رات کوایک ثقافتی تقریب میں جانے کا پروگرام میزبانوں نے بنایا تھا لیکن اس میں شرکت سے وفد نے معذرت کی۔

16 جولائی کوعلی الصبح ''گیلن'' شہر کے لئے بذریعہ بس روانگی ہوئی۔''گیلن'' ایئرپورٹ سے بیجنگ شہر تک تقریباً تین گھنٹے کی فلائٹ تھی، بیجنگ ایئرپورٹ سے کاشغر تک پانچ گھنٹے کی فلائٹ تھی۔ایئرپورٹ پر کاشغر کے کمشنر، وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسران ،کمیونسٹ پارٹی کے عہدیدار اور اسلام آباد میں مقیم چینی سفارت کار پولیٹیکل سیکشن کے ہیڈ مسٹر وانگ شینگ جی(Mr Wang Shengjie) (وفد سے ملنے اور تمام میٹنگز میں شریک ہونے کیلئے اسلام آباد سے خصوصی طور پر کاشغر پہنچے تھے)وغیرہ نے وفد کوایئرپورٹ پر خوش آمدید کہا۔جہاز کے اترتے ہوئے رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے لیکن باہر کاشغر کی فضاؤں میں سورج ابھی اپنی رعنائیاں بکھیر رہا تھا اور پورے آب وتاب کے ساتھ چمک دمک رہا تھا ہم حیران تھے کہ ہماری گھڑیاں خراب ہوگئیں ہیں یا وقت کی طنابیں کھینچ دی گئی ہیں۔ہم عصر اور مغرب کی نمازوں کی قضاء پر افسردہ تھے لیکن یہ افسوس اس وقت حیرت انگیز خوشی میں بدل گیا جب میزبانوں نے ہمیں بتایا کہ ابھی سورج غروب ہونے میں بیس پچیس منٹ باقی ہیں آپ ایئرپورٹ پر نمازعصر آرام سے پڑھ لیں دراصل چائنا اتنا بڑا ملک ہے کہ اس کے اوقات میں تین ساڑھے تین گھنٹے کا فرق پایا جاتا ہے اورپھر کاشغر چین کے بالکل آخری بارڈر پر واقع ہے۔اس لئے یہاں وقت کا فرق زیادہ ہے۔ چائنا میں ٹائم زون ایک ہی ہے حالانکہ روس، امریکہ اور کینیڈا میں کئی ٹائم زونز قائم ہیں۔ایئرپورٹ کے وی آئی پی لاؤنج سے ہم شہر کی طرف روانہ ہوگئے جہاں پر انہوں نے ہمیں شہر کا نظارہ کرایا۔سارا شہر قدیم و جدید کا حسین امتزاج تھا۔ دریا،جھیلیں، پل،پارکس اور خوبصورت صاف ستھری کشادہ سڑکیں،شہر کے نظم وضبط اور بنانے والوں کے ذوق کی عکاسی کررہی تھی،یہ لوگ ہمیں شہر کے مرکزی حصے میں لے گئے اوروہاں پہ ایک خوبصورت مسلم ثقافتی بازار کا وزٹ انہوں نے ہمیں کرانا تھا،مختلف بازاروں کوایک طرز تعمیر کے ذریعے اکھٹا کیا گیا تھا،دیواروں پر بہت خوبصورت اور منفرد کام کیا گیا تھا، یہاں بہت زیادہ رونق تھی ،ایسا لگ رہا تھا کہ سارا شہر اس بازار کو دیکھنے کے لئے جیسے اُمڈ آیا ہو،ایغور مسلمان اپنے مسلم کلچر کے ساتھ رنگ برنگ کپڑوں،مخصوص ٹوپیوں میں بڑے پرجوش نظر آرہے تھے،یہاں ہرطرف لوگ بہت

خوش باش اور قدرے مستی میں نظر آرہے تھے ،سب کی نگاہوں کا مرکز ہمارا قافلہ تھا (چین میں پاکستانیوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہاں کے حکمران اور میڈیا پاکستانیوں کا امیج مثبت انداز میں پیش کرتے ہیں جبکہ امریکہ ،مغرب اور دنیا بھر میں پاکستانیوں کا امیج منفی انداز میں پیش کیا جاتا ہے اس لئے وہاں کی عوام بھی پاکستانیوں کو کمتر سمجھتے ہیں)وہ لوگ بڑی گرمجوشی کے ساتھ ہم سے مل رہے تھے اور ہمیں اپنے درمیان پاکر حیرت انگیز وخوشگوار جذبات اور خوشی ان کے چہروں اور آنکھوں میں ہم محسوس کرر ہے تھے ۔وہ ہماری مسلم روایات پگڑی ،شلوار قمیص ،رومال اور داڑھیاں دیکھ کر بہت مسرور تھے کیونکہ وہاں پر داڑھیاں اب عربوں اور پاکستانیوں کی طرح بہت کم رکھی جاتی ہیں ۔صرف خال خال بزرگ ہی داڑھیاں رکھتے ہیں باقی جدت (فیشن)اور چینی حکومت کے دباؤ کی صورت میں داڑھیاں نہیں رکھی جاتیں ۔تمام عالم عرب کے ائمہ کی طرح چین کے مسلمانوں کی داڑھیاں بھی نہیں ہیں ۔یہاں ہاتھ سے بنی مختلف اشیاء کی دکانیں سامان وظروف سے بھری ہوئی تھیں ۔کھانے پینے کے اسٹال ،دستکاری کے نمونے بھی کثیر تعداد میں موجود تھے لیکن اکثر دکانیں رباب ،گٹار ،طنبل اور دیگر موسیقی کے آلات کی تھیں ۔اسی طاؤس ورباب کے سُر ،لے اور موسیقی کی بہتات نے عالم اسلام کو کہیں کا نہیں چھوڑا ۔

مختلف اقوام کے عروج وزوال پر نظر ڈالی جائے تو اُن کی ناکامیوں اور کامیابیوں میں ایک شے مشترک پائی جاتی ہے کہ جن اقوام نے اس نقشہ دنیا پر رہ کر محنت وجستجو اور جہد مسلسل کی زندگی بسر کی ۔حوادثات ومصائب کا بھرپور تحمل وبرداشت اور قوت سے مقابلہ کیا ۔مشکل اور کڑے وقت پر حوصلہ مندی اور خود اعتمادی کا ثبوت دیا ۔سست روی ،کاہلی ،عیش وآرام ،راحت نفس کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیا تو کامیابی نے ایسے ہی لوگوں کے قدم چومے ہیں ۔منزل نے ان اوصاف کی حامل اقوام کا آگے بڑھ کر استقبال کیا ہے ،اس کے برعکس جن قوموں نے تعیش پسندی ،تن پسندی ،نفسانی خواہشات کے اسیر ہوکر زندگیاں بسر کی ہے ان اقوام کا زوال بہت جلد ہوجاتا ہے اور یہ تاریخ کے اوراق میں قصہ پارینہ بن جاتے ہیں ۔چاہے وہ عرب ریاستوں کا زوال ہو یا عثمانیہ ومغلیہ سلطنت کی شکست وریخت یا وسط ایشیائی ممالک کے حکمرانوں کی اس میں بے حد استغراق وانہماک تو انہی وجوہات سے مسلم قوم حاکمیت کے تخت سے گر کر ہر جگہ محکومیت کے قعر مذلت میں گھر گئے ہیں ۔علامہ اقبالؒ نے کیا زبردست امت ''مرحومہ'' پر طنز کیا ہے ......

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے ‏ شمشیر وسناں اول طاؤس ورباب آخر

واپسی پر یہ لوگ ہمیں کاشغر ہوٹل لے آئے ،دن بھر کی شدید تھکاوٹ سے برا حال تھا لیکن مقامی چینی حکومت کی طرف سے وفد کے اعزاز میں سرکاری پروٹوکول کے ساتھ بھرپور عشائیہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کاشغر میں پہلی مرتبہ پانچ چھ دنوں بعد کھانوں کی طرف رغبت پیدا ہوئی کیونکہ یہاں پر تقریباً ً ۸۰ اسی فیصد مسلمان آبادی ہے اور ذبیحہ گوشت وغیرہ مکمل طور پر حلال ہوتا ہے پھر ان کھانوں میں افغانستان اور وسط ایشیاء کے کھانوں کا ذائقہ بھی موجود تھا۔ چینی ثقافت اوراس کے کھانے کی دعوتوں کے انداز پر بھی سینکڑوں صفحات سیاہ کئے جاسکتے ہیں مگر آئندہ کبھی۔

تاریخی شہر کاشغر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

تاریخی شہر کاشغر (کاشی) کا تعلق صوبہ سنکیانگ ایغور خودمختار علاقے سے ہے۔ یہ صوبہ سنکیانگ کے جنوب مغرب میں واقع چین کا مغربی سرحدی بہت بڑا تاریخی شہر ہے۔ یہ شہر صحرائے تکلامکان کے مغرب کی جانب کوہ تیان شیان کے دامن میں دریائے کاشغر کے کنارے پر واقع ہے اور سطح سمندر سے اس کی بلندی 4232 فٹ ہے۔

قدیم شاہراہ ریشم اس شہر کے قریب سے ہوکرگزرتی ہے، مسلمانوں کے قدیم قافلے عالم عرب اوردیگر ایشیائی ممالک سے یہاں پر تجارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ بلخ ،ثمرقند، الماتے اوردیگر وسط ایشیائی ممالک اورشہروں کے راستے بھی یہاں سے ملتے ہیں اس لئے یہ ثقافت، تہذیب اور معاشی لحاظ سے بہت اہم شہر ہے۔ تاریخ کے کئی ادوار اس شہر پر گزرے ہیں، اس شہر کی اہمیت سیاسی ،جغرافیائی اورتجارتی لحاظ سے ہمیشہ سے مسلم رہی ہے اسی لئے حضرت علامہ اقبالؒ نے اس کو اپنے اشعار میں اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے ۔دراصل حضرت علامہ اقبالؒ وسط ایشیاء کے بابری ترک اور عثمانی ترکوں کے اتفاق واتحاد کے لئے بڑے خواہشمند اور پرجوش تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ کروڑوں وسط ایشیائی ترک مسلمان روسی استبداد کے نیچے سے آزاد ہوکر عثمانیوں کے ہاتھ مضبوط کریں تو کاشغر شہر بھی اسی وسط ایشیائی ممالک کا ایک اہم مرکزی شہر تھا لہٰذا وسط ایشیاء کی اہمیت اور عالم اسلام کے وسیع اتحاد کے لئے بطور استعارہ وتمثیل کاشغر شہر کو علامہ صاحب نے افریقی وعرب ملک مصر کے ساتھ مسلم اخوت کے رشتہ میں پرونے کیلئے بیان کیا تھا......

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اس شہر کی بناوٹ ،طرز تعمیر اور وسعت مجھے ہرات ،ثمرقند و بخارا کی طرح نظر آئی ،یہ چین کے باقی شہروں سے قدرتی طور پر بالکل الگ تھلگ ہے،انسانی شکلوں و عمارتوں سے لے کر تہذیب و تمدن اور دیگر عادات میں یہ چینیوں سے بالکل جدا ہے۔اس کی مختصر تاریخ پیش خدمت ہے:

751 میں جنگ تالاس میں چینیوں کو عربوں کے ہاتھوں زبردست شکست ہوئی اور کاشغر ملت اسلامیہ میں شامل ہو گیا اور آج بھی یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے،یہ شہر 1219 میں چنگیز خان کے حملوں سے تباہ ہوا۔معروف سیاح مارکو پولو نے 1273ء میں کاشغر کی سیر کی،1389ء میں کاشغر امیر تیمور کے عتاب کا نشانہ بھی بنا۔ترک، ایغور،منگول اور دیگر وسط ایشیائی سلطنتوں کا حصہ بننے کے بعد 1759ء میں چنگ خاندان کے عہد میں کاشغر ایک مرتبہ پھر چین کا حصہ بن گیا،یوں مشرقی ترکستان چینی ترکستان بن گیا۔مسلمانوں نے کئی مرتبہ حکومت وقت کے خلاف بغاوتیں کیں لیکن ہر مرتبہ اسے کچل دیا گیا۔ان میں مشہور ترین بغاوت یعقوب بیگ کی زیر قیادت ہوئی تھی، جنکے عہد میں آزاد ترکستان کاشغریہ کی حکومت 1865ء سے 1877 تک قائم رہی اور اس کا دارالحکومت کاشغر تھا،یعقوب بیگ کے انتقال کے بعد 1877ء میں ''چنگ'' خاندان نے علاقے پر مکمل اقتدار حاصل کر لیا(بحوالہ ویکیپیڈیا)

کاشغر کا قدیم شہر

یہ وسیع شہر اب جدید بلند و بالا تعمیرات اور پلازوں سے آراستہ ہے،لیکن قدیم کاشغر شہر کے محلوں اور ہزاروں خستہ مکانوں کو بھی انہوں نے بڑی حکمت اور مہارت کے ساتھ محفوظ کر لیا ہے، 2018ء میں انہیں محفوظ کرنے کے لئے مرکزی چینی حکومت نے پانچ ارب یوآن کی خطیر رقم مختص کی اور اس نئے پراجیکٹ کا آغاز کیا اور بڑی کامیابی کے ساتھ چند سالوں میں اپنی تمام قدیم تاریخ، تہذیب و تمدن اور پرانی عمارتوں کو نہ صرف محفوظ بلکہ زلزلہ پروف بھی بنا دیا ہے جو ہمارے جیسے ترقی پذیر ملک کے باسیوں کے لئے کسی حیرت سے کم نہیں۔علیحدگی کی تحریک کے بعد چینی حکومت نے اس علاقے میں بھرپور توجہ دی ہے، چینی مسلمانوں کے اچھے مستقبل کی بہتری کے لئے اور ان کی frustration و احساس کمتری کو ختم کرنے کے لئے یہاں اربوں ڈالر لگا رہے ہیں جس کے بعد سیاسی، مادی و تجارتی خوشحالی کے آثار اب ہر سو دکھائی دے رہے ہیں۔

عیدگاہ جامع مسجد کاشغر

ہمارے وفد نے صبح سب سے پہلے ''کاشغر'' کی سب سے بڑی مسجد کا وزٹ کیا،مسجد کے

مرکزی دروازے پر امام علامہ خواجہ عباس صاحب مہمانوں کے استقبال کے لئے اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھے۔کاشغرسٹی گورنمنٹ اور وزارت خارجہ کے دیگر اعلیٰ افسران بھی ساتھ کھڑے تھے۔مسجد کے صحن میں داخل ہوتے ہی قدرتی طور پر سکون اور اطمینان سے بھرپور ہوا کے جھونکوں نے ہمارے قلوب کو اسلامی وتہذیب وتمدن اور شعائر اللہ کو پاکر گرمادیا۔علامہ خواجہ صاحب نے مسجد کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ چین کی سب سے بڑی جامع مسجد ہے ،یہاں ہر جمعہ کو 10 ہزار افراد جمع ہوتے ہیں جبکہ اس میں 20 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے،موجودہ مسجد 1442 میں منگ خاندان کے دور میں قائم ہوئی ، تاہم اس مسجد کی قدیم تعمیرات آٹھویں صدی سے تعلق رکھتی ہیں،مسجد 16 ہزار 800 مربع میٹر پر محیط ہے۔پھر ہم نے مسجد کا تفصیلی دورہ شروع کیا۔ ہر جانب وسیع وعریض لان اور ہریالی تھی ،خوبصورت لمبے درختوں کی قطاریں بھی تعظیما ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور مسجد کے بلند و بالا مینار مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے احوال سنا رہے تھے۔دونوں جانب مسجد کے بڑے برآمدے ہیں اور مرکزی ہال بھی بہت وسیع اور کھلا ہے،مسجد کے اندر قدیم طرز تعمیر اور نئی renovation نے اس کی خوبصورتی اور جاذبیت میں مزید اضافہ کیا ہے ۔امام صاحب نے بتایا کہ مسجد کی دیکھ بھال اور تعمیر نو کے لئے حکومت ،کیمونسٹ پارٹی اور مقامی مسلمانوں نے بہت تعاون کیا ہے۔یادرہے کہ اس تاریخی مسجد میں بہت سے تلخ واقعات بھی ماضی میں پیش آتے رہے ہیں اور کئی صدیوں کی تاریخ میں متعدد مرتبہ یہاں ہنگامے بھی ہو چکے ہیں۔موجودہ امام صاحب کے والد صاحب کو بھی علیحدگی پسندوں نے شہید کردیا تھا، بہرحال!مسجد میں ہم نے نوافل ادا کئے اور تاریخی منبر پر بیٹھ کر سکون حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا فضل علی حقانی صاحب مدظلہ نے تو برکت کے لئے مختصر خطبے بھی پڑھے۔مسجد کے ساتھ ہی متصل ایک خوبصورت ثقافتی میوزیم بھی بنایا گیا ہے ،جس میں انہوں نے کاشغر کی قدیم تاریخ ،طرز تعمیر اور اس وقت کی تہذیب وتمدن کا منظر نقشوں ،تصاویر اور مجسموں کی صورت میں پیش کیا ہے اور موجودہ شہر اور بلڈنگوں کے چھوٹے ماڈل بنائے ہوئے ہیں ،اب شہر وگردونواح پر مرکزی حکومت نے اربوں ڈالر لگا کر کاشغر کو مکمل تبدیل کردیا ہے۔میوزیم کی بلڈنگ خود بھی بہت خوبصورت اور جدید طرز تعمیر کی ایک شاہکار تھی۔

مسلم اکثریتی صوبہ سنکیانگ

صوبہ سنکیانگ کے اکثر حصے معروف صحابی رسول حضرت قتیبہ بن مسلمؓ کے ہاتھوں فتح ہوئے آپ کو ولید بن ملک نے 85ھ میں خراسان کا گورنر بنایا ،آپ نے آتے ہی وسط ایشیاء کے بیشتر

علاقوں کو اسلام کے پرچم اور سایہ عافیت کے تلے شامل کرلیا اور پھر 96ھ میں چین کے علاقے مشرقی ترکستان (موجودہ چینی ترکستان) کاشغر اور دیگر کئی چینی علاقوں کو آپ نے بالآخر فتح کیا، اس کے بعد آپ نے خاقان چین کے پاس قاصد بھیجا کہ اب تمہاری باری ہے اس کو جواب میں خاقان چین نے جزیہ اور ہدیہ دے کر اپنی جان بچائی اور جنگ نہ کرنے کا اعلان کیا تو یوں صوبہ سنکیانگ صحابہ کرامؓ کے دور ہی سے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔

چینی اور ایغوروں کے درمیان محاذ آرائی

یہ مسلّم حقیقت ہے کہ ایغوروں اور چینیوں کے مابین تاریخی، مذہبی اور نسلی اختلافات موجود ہیں، نیم خودمختار چینی علاقہ سنکیانگ میں آباد ایغور ترک نسل اکثریت میں ہیں اور یہاں مسلمانوں کا ''ہوئی'' قبیلہ بھی سنکیانگ اور سارے چین میں پھیلا ہوا ہے۔ 1680ء میں منگولیائی نسل کی ''زنگار'' نامی قوم نے جنوبی سنکیانگ پر قبضہ کیا، پھر قنگ فوج نے 1755-1760ء میں سارے سنکیانگ کو فتح کرلیا۔ قنگ حکمران اصل میں مانچوریا یا مانچورین نسل سے تھے، تسلط کے کچھ عرصے بعد انہوں نے مسلمان خواتین کو بے حرمت کیا اور دیگر مظالم بھی مقامی مسلمانوں پر ڈھانے لگے تو اس کے خلاف ایغوروں نے جنگ آزادی شروع کی مگر انتشار کے باعث ناکام رہے، یہ پہلا معرکہ تھا کہ جس میں ایغور مسلمانوں کے دلوں میں چینیوں کے خلاف نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی جو آج تک پھر ٹھنڈی نہ ہوسکی پھر مسلسل کئی دھائیوں تک ایغوروں نے قنگ کے خلاف جدوجہد جاری رکھیں اور اپنی کھوئی ہوئی نشاۃ ثانیہ اور حکومت کے لئے مسلسل برسرپیکار رہے۔ آخرکار قنگ حکمرانوں نے 1886ء میں تمام سنکیانگ کو ایک انتظامی اکائی میں بدل دیا اور پھر کرتے کرتے قنگ حکومت نے آخر میں اسے چین کا ایک صوبہ بنادیا۔ آج یہ چین کا سب سے بڑا صوبہ ہے، یہ رقبے کے لحاظ سے پاکستان سے دگنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس خطے کو پیٹرول، گیس اور دیگر قدرتی معدنیات سے نوازا ہے، اس کے ساتھ ساتھ پہاڑ، دریا، صحرا، جھیل، مرغزاروں اور چراگاہوں کا بھی یہ مسکن ہے، اس وقت چین میں ''ہوئی مسلمان'' ایک کروڑ پانچ لاکھ ہیں اور ایغور مسلمانوں کی تعداد ان سے زیادہ ہے، بدقسمتی سے یہ دونوں مسلمان قبیلے بھی تاریخی طور پر ایک دوسرے کے شدید سیاسی و نسلی مخالف رہے ہیں۔ ''ہوئی مسلمان'' چینی حکومت کے ماتحت زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں اور صدیوں سے حکمرانوں اور موجودہ حکومت وقت کیساتھ مل کر کلیدی عہدوں پر کام کرتے ہیں جبکہ ایغور مسلمان شروع ہی سے الگ ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ (جاری ہے)

مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری
سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی ملک کی آزادی میں مثالی جدوجہد

(آخری قسط)

مولانا حفظ الرحمٰن سیو ہارویؒ کو ۱۹۳۲ء میں جمعیۃ علماء ہند کے عاملہ کا رکن منتخب کیا گیا تھا جبکہ ۱۹۹۳ء کے شروع میں انجمن تبلیغ اسلام کی دعوت پر جس کے سرپرست مولانا ابوالکلام آزاد تھے، مجاہد ملت کلکتہ تشریف لے گئے تھے آپ وہاں ڈھائی سال رہے تھے، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب پہلے ہی کلکتہ پہنچ چکے تھے یہاں روزانہ صبح انجمن تبلیغ اسلام کے دفتر میں بیٹھتے اور عشا کے بعد جامع مسجد جمال الدین میں قرآن حکیم کا درس دیتے تھے، کلکتہ کے قرب وجوار میں وسیع آبادیاں تھیں یہ دونوں حضرات وہاں جا کر بیانات کرتے تھے، دل نشین اور متاثر کن انداز میں قرآن حکیم کے مفاہیم ومطالیب کے بیان کرنے میں جو امتیازی حیثیت ان کو حاصل تھی، اس کی شہرت دور دور تک پھیلی قیام کلکتہ میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو مولانا آزاد مرحوم سے بہت قریب رہنے کا موقع ملا اور ان کی رفاقت نے مجاہد ملت کے سیاسی ذوق وجذبہ کو اور زیادہ نکھار دیا تھا انہی دنوں کلکتہ میں آنجہانی شری سبھاش چندر بوس نے کانگریس کے حلقوں میں ماس کنٹریکٹ کی تحریک چلائی ہوئی تھی، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے بھی اس تحریک میں سرگرمی کیساتھ بھرپور حصہ لیا تھا۔

مجاہد ملت خرابی صحت کی بنا پر کلکتہ سے واپسی پر کچھ عرصہ امروہہ میں مقیم رہے تھے، اس کے بعد ۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن کے ساتھ ندوۃ المصنفین کی بنیاد دہلی میں رکھی تھی، یہاں سیاسی مصروفیات کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا اور قید وبند کے مراحل سے بھی گزرتے رہتے تھے اور انہی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کی مشغولیت بھی رکھی تھی، آپ کی جلیل القدر اور مقبول عام علمی تالیفات ''قصص القرآن''، ''اسلام کا اقتصادی نظام''، ''اخلاق اور فلسفہ اخلاق'' اس دور کی عالی قدر قیمتی یادگاریں ہیں، دل نشین، متاثر کن اور سحر آفرین خطبات و بیانات، جلیل القدر تصنیفات و تالیفات اور مسلسل اپنی سیاسی سرگرمیوں اور تحریک آزادی کے قائد کی حیثیت سے

ہندوستان بھر میں ان کی ہر طرف شہرت تھی اور وہ قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، علماء وفضلاء میں بھی ان کی عزت تھی اور عام لوگ ان کی علم وبصیرت کی بنا پر ان کی قدر کرتے تھے، یہی ان کی صفات وخدمات تھیں، جن کی بنا پر صف اول کے سیاسی رہنماؤں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

جمعیۃ علماء ہند کا دوازدہم اجلاس ۷۔۸۔۹ جون ۱۹۴۰ء مطابق ۲۸۔۲۹ ربیع الثانی و یکم جمادی الاول ۱۳۵۹ھ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی زیر صدارت جونپور میں منعقد کیا گیا تھا، اس اجلاس میں "تحریک آزادی اور جنگ یورپ" کے عنوان سے ایک تجویز (قرارداد) پیش کی گئی تھی جو کہ متفقہ طور پر اس کی منظوری دی گئی تھی، اس تجویز کے محرک مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور موید مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی صاحب تھے، اس تجویز کا مضمون یہ تھا۔

جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس مجلس عاملہ کے اس بیان کی تصدیق وتوثیق کرتا ہے جو اس نے اپنے اجلاس میں میرٹھ مورخہ ۱۶۔۱۷۔۱۸ ستمبر ۱۹۳۹ء میں موجودہ جنگ یورپ کے متعلق مرتب کر کے شائع کیا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانان ہند کے لیے اس جنگ میں برطانیہ کے ساتھ تعاون اور اس کی امداد کرنے کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے نیز یہ اجلاس یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتا ہے کہ ورکنگ کمیٹی نے اس بیان میں جو وجوہات ذکر کیے تھے ان کی صداقت گزشتہ آٹھ نو ماہ کے واقعات اور ذمہ داران حکومت برطانیہ کے طرز عمل نے روز روشن کی طرح واضح کر دی ہے یعنی حکومت برطانیہ نے انتہائی مشکلات میں گھرے ہونے کے باوجود اپنی ماتحت اقوام خصوصاً ہندوستان کے ساتھ جابرانہ اور مستبدانہ طرز عمل میں کوئی تفاوت پیدا نہیں کیا اور محکوم اقوام کی آزادی تسلیم کرنے پر آج تک آمادہ نہیں ہوئی ورنہ تدبر اور بصیرت سے کام لینے اور محکوم اقوام کے ساتھ انصاف کرنے کا یہ بہترین وقت تھا، جمعیۃ علماء ہند کو عالم انسانیت کی اس تباہی و بربادی کا بے حد صدمہ ہے جو یورپ میں ہو رہی ہے مگر اس کے ساتھ اسے اس کا بھی عمیق رنج ہے کہ اس المناک تباہی میں بھی مظلوموں کے مدد کرنے کے لیے ہندوستان آزاد نہیں ہے، ہندوستان اپنی بے سرو سامانی کی وجہ سے خود اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہیں چہ جائیکہ دوسرے مظلوموں کی دست گیری کے لیے ہاتھ بڑھائے، اس تمام تجربہ اور مشاہدات کا لازمی مقتضی ہے کہ ایسے نازک مواقع پر مظلوم انسانیت کی امداد و اعانت پر قدرت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی آزادی کی جدو جہد کو تیز کر دے جمعیۃ العلماء ہند کے سامنے ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان اس موقع پر اپنی جدو جہد ملتوی کر دے اس کے سامنے برطانیہ کو پریشان کرنے یا اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی جدوجہد اس نازک موقع کی پیداوار

نہیں ہے ہندوستان برسوں سے اس راستہ پر گامزن ہے اور ہر آنے والے دن میں اس کا مطالبہ آزادی گزشتہ دن کے لحاظ سے تیز اور قوی تر ہوتا جارہا ہے۔

بہر حال! جمعیۃ العلماء ہند کو افسوس ہے کہ برطانیہ نے اس وقت بھی تدبر اور بصیرت سے کام نہ لیا اور ہندوستان اس وقت بھی اس قابل نہ ہوا کہ وہ اپنی آزاد رائے کے ساتھ کسی فریق کے ساتھ تعاون یا مظلوم کی دستگیری اور امانت کا فیصلہ خود کرتا۔''

درج بالا قرارداد حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اس اجلاس عام میں مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی تائید کیساتھ پیش کی تھی جو بعد میں جمعیۃ علماء ہند کا فیصلہ قرار دیا گیا تھا، علم وفضل، خطابت و تقریر اور مقبول عام تصانیف وتالیف کے باوصف سیاسی صلاحیتوں، سیاسی تدبر، سیاسی بصیرت، آزادی وحریت کے جذبات اور ملک وملت کی خدمت کی لگن حضرت مولانا حفظ الرحمٰن کی شخصیت کے وہ لازمی عناصر تھے جن کی وجہ سے وہ اوج کمال کے مراتب پر فائز تھے ہر دور میں ان کی خدمات نمایاں رہی ہیں، سیاست سے وابستگی اور تحریک آزادی میں شرکت انہوں نے اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا، اسی لیے کوئی خوف، لالچ اور دباؤ ان کی سیاسی مصروفیات اور جمعیۃ علماء سے وابستگی اور جماعتی سرگرمیوں میں حائل نہ ہوسکا، متعدد بار گرفتاری کے مراحل پیش آئے مگر وہ استقامت کے ساتھ جماعت کے ساتھ کھڑے رہے، آپ کی اسی استقامت سیاسی بصیرت اور تحریک آزادی کے ساتھ بے خوف وابستگی کی وجہ سے ۲۰ تا ۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء کے جمعیت علما ہند کے اجلاس منعقدہ لاہور میں آپ کو جمعیہ علما ہند کا ناظم اعلیٰ بنایا گیا تھا، جس اجلاس میں یہ اہم ذمہ داری آپ کو حوالہ کی گئی تھی اس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا کفایت اللہ رحمہم اللہ جیسے اہم اکابر امت موجود تھے اور یہ عہدہ اتفاق رائے سے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو سونپا گیا تھا، مارچ ۱۹۴۲ء میں مجاہد ملت نے جمعیۃ علماء کی نظامت علیا سنبھالی چند ماہ بعد کوئیٹ انڈیا کی تحریک پورے ملک میں زور شور سے برپا ہوئی دوسرے قائدین کے ساتھ مجاہد ملت بھی نظر بند کردیئے گئے، دو سال بعد ۱۴ رجولائی ۱۹۴۴ء کو آپ کو رہائی ملی یہ وہ وقت تھا کہ دہلی اور لندن میں ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں خاکے تیار کیے جارہے تھے سب سے اہم کام اس فیصلہ کن مرحلہ پر جمعیۃ علماء ہند کے نقطہ نظر کی وضاحت، اس کی پیروی اور دیگر حریت پسند جماعتوں کو اس کا ہمنوا بنانا تھا، مجاہد ملت نے وقت کی اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جمعیۃ علماء ہند کا چودھواں سالانہ اجلاس ۱۹۴۵ء میں سہارنپور میں منعقد کرایا، اس اجلاس میں حضرت مجاہد ملت نے دو تجاویز پیش فرمائی تھیں۔

پہلی تجویز یہ تھی: '' جمعیۃ علماء ہند کے اس اجلاس کے نزدیک سرو کمیٹی کی سفارشات میں سیاسی قیدیوں کی رہائی اور ملکہ معظمہ کی طرف سے ہندوستان کے لیے آزاد مملکت ہونے کا شاہی اعلان اور صوبوں میں گورنری راج کے خلاف مجالس آئین ساز اور وزارتوں کی بحالی اور موجودہ ایگزیکٹو کونسل کی بجائے قومی حکومت کے قیام کا مطالبہ تو تمام ہندوستانیوں کے مطالبات کی ترجمانی ہے مگر جہاں تک آزادی ہند کی نوعیت کا تعلق ہے نیز حق خودارادیت کی کلیتاً نفی اور دستور ساز اسمبلی میں اچھوتوں کے لیے جداگانہ نیابت کا استحقاق اور آئندہ آزاد حکومت کی تشکیل اور اس کی بعض تفصیلات چونکہ جمعیۃ علمائے ہند کے فیصلوں اور اس کی سابقہ منظور شدہ تجاویز کے خلاف ہیں اس لیے جمعیۃ علماء ان سفارشات کو ہندوستان کے مسئلہ کا صحیح حل اور ملک کے لیے مفید نہیں سمجھتی۔''

سہارنپور کے اس تاریخی اجلاس میں مجاہد ملت کی پیش کردہ دوسری تجویز جسے جمعیۃ علماء ہند کا وہ متفقہ فیصلہ قرار دیا گیا تھا۔ وہ یہ ہے: '' جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس عام اس جمود وتعطل کی حالت کو ملک و قوم کے لیے نہایت مضر اور ملی حیات و ترقی کے لیے مہلک سمجھتا ہے وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ ملک کی تمام معتد بہ جماعتیں اور عام پبلک حصول آزادی کے لیے بے چین و مضطرب ہے اور فارمولے تجویز کر رہے اور شائع کر رہے ہیں، مجلس عاملہ اپنی رائے اجلاس لاہور منعقدہ مارچ ۱۹۴۲ء کی تجویز نمبر ۳ میں ظاہر کر چکی ہے، آج پھر اس کی تجدید کرتی ہے اور اس کے آخری حصہ کی رفع اجمال کی غرض سے قدرے توضیح کر دینی مناسب سمجھتی ہے، یہ بات بدیہی اور مسلمات میں سے ہے کہ ہندوستان آزادی کی نعمت سے اس وقت تک متمتع نہیں ہو سکتا جب تک ہندوستان کی طرف سے متفقہ مطالبہ اور متحدہ محاذ قائم نہ کیا جائے اور ہندوستانی کسی متفقہ مطالبے کی تشکیل اور متحدہ محاذ قائم کرنے میں جتنی دیر لگائیں گے اس قدر غلامی کی مدت طویل ہوتی جائے گی، جمعیۃ علماء ہند کے نزدیک تمام ہندوستانیوں کے لیے عموماً مسلمانوں کے لیے خصوصاً یہ صورت مفید ہے کہ وہ حسب ذیل نکات پر اتفاق کر لیں اور اس بنیاد پر حکومت برطانیہ کے سامنے متفقہ مطالبہ پیش کریں۔

(الف) ہمارا نصب العین آزادی کامل ہے۔

(ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے ان کا مذہب آزاد ہوگا، مسلم کلچر اور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگی وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

(ج) ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خودمختاری اور آزادی کے حامی ہیں، غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز

کے حوالہ کریں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید ہے اگر ایسا وفاق اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب وثقافت کی مالک نو کروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم وکرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لحہ کیلئے بھی گوارانہ ہوگی یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہو۔''

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی طرف سے جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں پیش کی گئی تجویز میں قطعا کوئی ابہام نہیں تھا اگرچہ اس کے باوجود بعض نکات کی تشریح وتوضیح ضروری تھی تاکہ واضح ہو کہ جمعیۃ علمائے ہند آزادی کے مطالبہ میں بہت سنجیدہ ہے اور یہ کہ وہ کون سی صورتیں ہیں جو آزادی ملنے کے بعد آزادی کی نعمت سے ملک وملت صحیح طریقے سے مستفید ہو سکے، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اس تجویز کیساتھ ''تشریح'' کے عنوان سے مزید وضاحت ضروری سمجھی اور اسکو بھی اس تجویز کا حصہ قرار دیا، وہ یہ ہے۔

تشریح: (۱) اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اصول اور ان کا مقصد واضح ہے کہ جمعیت علمائے ہند مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں وہ بیشک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکزیت پسند کرتی ہے کیونکہ اس کے خیال میں مجموعہ ہندوستان خصوصا مسلمانوں کیلئے یہ مفید ہے مگر وفاقی حکومت کا قیام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لیے حق خودارادیت تسلیم کرلیا جائے اور وفاق کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے، مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام وتفہیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی صورت پر یا ان کے علاوہ کسی اور اسی تجویز پر جو مسلم وغیر مسلم جماعتوں کے اتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے، مثلا مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو ہندو ۴۵ مسلم ۵۵ دیگر اقلیتیں ۱۰۔

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم ارکان کی ۲/۳ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب وثقافت پر مخالفانہ اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم وغیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو جس کے ججوں کا تقرر مسلم وغیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کرے یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کے قوموں کے اختلافات کے آخری

فیصلے کرے گا نیز تجویز نمبر ۲ کے ماتحت اگر کسی بل کے خلاف ہونے یا نہ ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم ارکان کی ۳/۲ اکثریت کے فیصلے سے اختلاف کرے تو اس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

یا اور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے طے کریں۔

(۴) مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی ان تجاویز سے ان کی سیاسی بصیرت اور اعلیٰ قدیم کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے اور یہ کہ وہ ملک کی آزادی اور آزادی کی نعمت سے مستقل مستفید ہونے کے لیے کس مخلصانہ جذبہ کے ساتھ مصروف عمل تھے۔

اس سال یعنی ۱۹۴۵ء میں جمعیۃ علما کی دعوت پر آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں جمعی علما مسلم مجلس، آل انڈیا مومن کانفرنس، خدائی خدمتگار سرحد، اینڈی پینڈنٹ پارٹی بہار، کرشک پر جار پارٹی بنگال، آسام اور یوپی کے مسلم نیشنلوں کے نمائندوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی، چار روز تک غور و خوض کے بعد طے کیا گیا تھا کہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ مرکزی و صوبائی انتخابات میں اپنے امیدوار کھڑا کرے اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ عام رہائی (ایمنیسٹی) کا اعلان کرے اور تمام روپوش جلا وطن محبان وطن سے پابندی اٹھائے، جمعیہ علماء نے جلد سے جلد حصول آزادی کے لیے ہندوستانیوں کے متفقہ محاذ بنانے کی اپیل کی۔

۲۸۔۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو دہلی میں شیخ الاسلام کی صدارت میں منعقدہ مجلس عاملہ کے اجلاس میں برطانوی وزارتی مشن کے اس طرز عمل کو کہ اس نے اپنی ملاقاتوں کے پروگرام میں قوم پر اور مسلمانوں کے مشترکہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے کسی نمائندے کو شامل نہیں کیا، مذمت کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ کسی ایسے مسئلہ کو قبول نہیں کیا جائے گا جو اسلامی مفاد کے خلاف ہو، اسی اجلاس میں حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ جمعیۃ کے فارمولے کو مولانا آزاد سے ملاقات کر کے کانگریس سے تسلیم کرالیں، اس اجلاس کی نشست دوم میں امور شرعیہ کے متعلق مسودہ قانون کو مرتب کر کے صوبائی اسمبلیوں میں متعین کرنے کیلئے پانچ حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔

۱۵۔۱۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو مجلس عاملہ کے اجلاس میں آزادی ملک، مسلم پارلیمنٹری بورڈ، آزادی مذہب، کلچر ثقافت، زبان، رسم الخط، مذہبی تبلیغ، پرسنل لا، مذہبی عقائد و اعمال، عبادت گاہیں اور اوقاف جیسے امور پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ یہ امور بطور فنڈامینٹل رائٹس ہوں جن میں حکومت کی طرف سے کوئی مداخلت نہ ہو، ساتھ ہی صوبوں کی مکمل آزادی خود

ارادیت، مساوات تعداد ہندو مسلم کے فارمولے پیش کیے گئے۔

۱۳مارچ ۱۹۴۷ء کو جمعیۃ علما نے وزیر اعظم برطانیہ کے ۲فروری ۱۹۴۷ء کے اس اعلان آزادی ہند کو قابل اطمینان قرار دیا، البتہ انتقال اختیارات کے طریقہ کو واضح نہ کرنے پر تشویش کا اظہار کیا، اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ برٹش حکومت کے استیصال اور آزادی کامل کی جدو جہد میں کارکنان جمعیۃ علما کی قربانیاں نا قابل فراموش ہیں اور جہاں تک حکومت کا مسئلہ ہے کہ کن ہندوستانیوں کے ہاتھ میں کس طرح دی جائے تو جمعیۃ علماء ہند اس مسئلہ کو محاذ جنگ بنانا نہیں چاہتی یہ مسئلہ باشندگان ہند کے باہمی سمجھوتہ اور اعتماد سے انجام پاسکتا ہے، جمعیۃ علما ہند نے فرقہ وارانہ تقسیم کی سختی سے مخالفت کرتے ہوئے اسے ملک اور مسلمانوں کے لیے مضر اور تباہ کن قرار دیا، نیز کانگریس ورکنگ کمیٹی کی اس تجویز پر اظہار افسوس کرتے ہوئے خدمت کی گئی جس میں پنجاب کو مسلم وغیر مسلم پنجاب دوحصوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔

جمعیۃ علماء ہند نے وزیر اعظم برطانیہ کے اعلان آزادی سے مستقبل میں پیش آنے والے خطرات کو پیش نظر رکھ کر ہندوستان کے تمام مسلمانوں سے درخواست کی کہ ''اس وقت تمام مسلم جماعتوں کے نمائندے ایک جگہ جمع ہوکر غور کریں کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے مذہبی وقومی تحفظ کی کیا صورت ہوسکتی ہے اگر اس وقت مسلمانوں نے اس کی طرف لاپرواہی برتی اور ضد سے کام لیا تو آزاد ہندوستان میں ان کے لیے کوئی مناسب مقام نہ ہوگا۔''

مجاہد ملت نے اس بورڈ کا دوسرا اہم اجلاس لکھنو میں مئی ۱۹۴۷ء میں منعقد کرایا اور لندن سے آنے والے وفود پر اور کانگریس کے رہنماؤں پر جمعیۃ علماء ہند کے موقف کی پوری وضاحت کی، آپ نے آزادی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی وحدت کو برقرار رکھنے پر زور دیا اور آخر تک اس کے لیے کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ۹جون ۱۹۴۷ء کو جب کانسٹی ٹیوشن نئی دہلی میں آل انڈیا یا کانگریس کمیٹی تقسیم ہند کے فارمولے پر اپنی منظوری صادر کرنے کیلئے جمع تھی پنڈت پنتھ نے اس کی تحریک اجلاس میں پیش کی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اس کی تائید میں تقریر کرتے ہوئے اس وقت کے حالات کے مطابق تقسیم ملک کو منظور کر لینے کا مشورہ دیا اس وقت بھی مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے پوری قوت کیساتھ بھرے اجلاس میں تقسیم ہند کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

''حالات کے جس دباؤ اور جن الجھنوں کے باعث آج ہندوستان کی تقسیم منظور کر لینے کا مشورہ دیا جارہا ہے میں اپنے لیڈروں کے پورے احترام کے ساتھ یہ کہوں گا کہ ہندوستان کی تقسیم کا

نتیجہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہوگا اور آج اگر کانگریس کے اسٹیج پر تقسیم ہند کی اسکیم منظور کر لی گئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم آج اپنی پوری تاریخ اور ہمیشہ کے اپنے یقین و اعلان پر خود اپنے ہاتھ سے خط تنسیخ کھینچ کر انھیں گے اور دوقومی نظریہ کے سامنے سرینڈر ہو جائیں گے۔"

تقسیم ملک کا واقعہ ہوا اس کے ساتھ امت کی تقسیم بھی عمل میں لائی گئی تاریخ کا دھارا بدل گیا، جمعیۃ علماء کے موقف کے برعکس ہوا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجاہد ملت کے یہ کلمات بھی تاریخ کی ایک قیمتی امانت بن گئے، انہوں نے جن خطرناک صورت حال کی پیشگوئی کی تھی وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی مگر اب تو سب کچھ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ۲۴-۲۵ جون ۱۹۴۷ء کو جمعیۃ علماء نے تقسیم ہند کی زبردست مخالفت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہمارا نصب العین مکمل آزادی ہے، جمعیت علماء نے ہندوستان کے باشندوں کی تقسیم کی زبردست مخالفت کی اور کہا کہ مسلم حقوق کا تحفظ اور مسلمانوں کا سیاسی اور اقتصادی بچا جمعیہ علماء کے فارمولے سے ہی ہوسکتا ہے۔

جمعیۃ علماء نے برطانیہ کے تقسیمی پلان پر اظہار بیزاری کرتے ہوئے کہا کہ جو پلان برطانیہ نے ہندوستانی لیڈروں کو سونپا ہے اس میں نہ تو مکمل آزادی کا ذکر ہے اور نہ ہندوستان کی وحدت کا بلکہ پنجاب و بنگال تک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں، اس پلان کی وجہ سے مسلمانان ہند تین حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور تقریباً پانچ کروڑ مسلمان ایک ایسی اکثریت کے حوالہ کر دیئے گئے ہیں جن کی تعداد ۲۵ کروڑ ہیں، مسلمانوں کی یہ تباہی ان کی گمراہانہ رہنمائی کا نتیجہ ہے اگر اس نقصان دہ تقسیم کو ہی قبول کرنا تھا تو اس کا بہترین موقع وہ تھا جب مسٹر گاندھی اور مسٹر راج کو پال اچاریہ اس تقسیم کی پیش کش کر رہے تھے، یا جبکہ کیبنٹ مشن سے گفتگو ہو رہی تھی لیکن اس وقت پاکستان کو "چھلکا" اور "سایہ" کہہ کر مسٹر جناح نے رد کر دیا تھا، اگر یہ چھوٹا اور بے حقیقت پاکستان اس وقت قبول کر لیا جاتا تو مسلمان یوں ہی تباہ و برباد نہ ہوتے، جمعیۃ علما ہند نے کانگریس کی خدمت کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس نے اس تقسیم کو منظور کر کے ملک کے مفاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور اپنے اصولوں سے کھلا انحراف کیا ہے۔

۱۵ راگست کو زبردست جدو جہد اور قربانیوں کے بعد ہندوستان کی آزادی کا اعلان کیا گیا مگر ابھی اس خوش فہمی کی شہنائیاں خاموش نہ ہو پائی تھیں کہ تقسیم ہند اور تبدیلی آبادی کی ہولناک تباہی اور بے مثال قتل و غارت گری نے ساری خوشیاں خاک میں ملادیں اور تقسیم کے جو خطرات جمعیۃ علماء ہند کے اکابر پیش کر رہے تھے وہ ایک ایک کر کے سامنے آنے لگے، ایسے نازک وقت میں ہندوستانی مسلمانوں کے لیے خدائے وحدہ لاشریک کے بعد اگر کوئی سہارا تھا تو وہ ان کی جماعت جمعیۃ علماء ہند

ہی تھی جس نے آگ وخون کی ہولی کے درمیان ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کا سہرا اپنے سر باندھا، شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰنؒ، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ؒ اور سید الملت مولانا سید محمد میاںؒ اس وقت کوہ استقامت بن کر ظلم کے خلاف سینہ سپر ہو گئے اور مسلمانوں کو ملک میں عزت کے ساتھ رہنے کا حوصلہ بخشا، واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ ان بزرگوں کے احسانات کا بدلہ چکانے سے قاصر ہے، ۲۷۔۲۸ دسمبر ۱۹۴۷ء کو جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ایک کنونشن لکھنو میں منعقد ہوا جسے آزاد کانفرنس کہا جاتا ہے مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں اس کنونشن میں جمعیۃ علماء ہند نے پارلیمانی سیاست سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا اور یکم فروری ۱۹۴۸ء کی مجلس عاملہ میں اس کی تائید کر دی گئی۔ یکم فروری ۱۹۴۸ء کو جمعیۃ علماء نے سیاست سے کنارہ کش ہونے کا اعلان کے مطابق اپنے دائرہ عمل کو صرف مذہبی اور تمدنی حقوق وفرائض تک محدود کرلیا اور سیاسی حقوق کے سلسلہ میں مسلمانوں کو غیر فرقہ وارانہ اور مشترک طریق عمل کی دعوت دی، اس سال جمعیۃ علماء ہند نے اپنے دائرہ عمل کو صرف ہندوستان تک محدود رکھنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں رہ جانے والی شاخوں سے جمعیۃ علماء ہند کے نظام کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

(ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' دہلی جمعیۃ علماء نمبر، ج ۸، ش ۴۳، ۲۷ /اکتوبر)

مولانا عبدالماجد دریابادی ایک عظیم عالم دین، بلند پایہ مصنف، مشہور ادیب ہیں اور مجاہد ملت کے ہم عصر ہیں، ہم عصروں کی چشمک مشہور ہے مگر مولانا دریابادی اپنے ہم عصر کی خصوصیات جس فراخدلی سے بیان کرتے وہ واقعی ان کے مستحق ہیں، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اپنے ایک مضمون میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی سے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ۱۹۴۷ء کے بعد سے تو کہنا چاہیے کہ ملت کے مرجع امید وہی رہ گئے تھے ایک طرف مولانا ابوالکلام آزاد و رفیع احمد قدوائی صاحب کے ہم پلہ اور ایک طرف ان دونوں سے بھی بڑھ کر، اسی مضمون میں مولانا دریا بادی صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی خصوصیات تحریر کرتے ہیں۔

(۱) مولانا کی خصوصیت: شاید سب سے بڑی ان کا انہاک عمل، سرگرمی اور یکسوئی تھی جس کام کو ہاتھ میں لیتے اپنا سارا وقت اور اپنی ساری توت وقف کر دیتے اور ان کی سنجیدگی فضولیات اور گپ شپ کے لیے کوئی مہلت ہی ان کے لیے نہ رکھتی تھی وہ تفریح بھی کام ہی سے حاصل کرتے تھے۔

(۲) ان کی دوسری بڑی بنیادی صفت ان کی گہری، آج کی زبان میں بے پناہ محبت اسلام اور ملت اسلامی کے ساتھ تھی ان کی نیشنل ازم اور وطن پروری خدمت اسلام کے منافی ہوتا کیا معنی، اس یہ ذرا الگ نہ تھی، نیشنل ازم کے تقاضوں کی خاطر وہ اپنے دینی تصلب میں ڈھیل دینا یا مداہنت برتنا

جانتے ہی نہ تھے، نیشنل ازم کی علم برداری کے ساتھ ساتھ اتنا دردِ اسلامی رکھنے والا اور ایسا کھرا اور پکا مسلمان ذرا کم ہی دیکھنے میں آیا ہے خود جمعیۃ علماء کے حلقہ میں ان کی کی مثالیں بہت زیادہ نہیں ۔

(۳) تیسری بڑی چیز ان کا امتزاج جوش و ہوش تھا محض جو شیلے مسلمان تو بہت دیکھنے میں آئے ہیں جو اپنے اندھا دھند جوش میں آگے پیچھے کچھ نہیں دیکھتے اور نہ کسی خطرہ کی پرواہ کرتے ہیں نہ کسی مصلحت کی رعایت رکھتے ہیں، نتائج سے بے پرواہ یہ ناداں دوست بارہا مقصد کو نقصان ہی پہنچا چکے ہیں ان کے ٹھیک مقابل ایک طبقہ محض ہوش مندوں اور مصلحت شناسوں کا ہے ملت پر کچھ بھی گزر جائے، دین کو جتنا بھی صدمہ پہنچ جائے یہ اپنی حکمت عملی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

مرحوم کی ذات جوش و ہوش کی جامع، دل و دماغ سے بیک وقت کام لینے کی عادی تھی صف اول مسلمان لیڈروں میں فہم و فراست، تدبر اور جوش و فہم کے اچھے نمونوں کی افسوسناک کی بارہا محسوس ہوئی اس سے بڑی حد تک پوری اور مشکلی ذات دیکھنے میں آرہی کا انہیں مرحوم و مغفور کی تھی ۔

(۴) چوتھا بڑا وصف مرحوم کی طبعی انکسار تھا جاہ و مرتبہ پا کر یا بڑے مقام پر پہنچ کر وہ آج بھی اپنی زندگی میں ایسے سادہ تھے کہ جیسے لیڈر نہیں، اب تک طالب علم ہی ہوں، لیڈری پر پہنچ کر اچھے اچھے بہک جاتے ہیں، یہ منزل خاص امتحان کا کام دیتی ہے، مرحوم کی بات چیت میں کوئی فرق آنے پایا نہ وضع ولباس میں نہ اور کسی چیز میں سوا اس کے اب دسترخوان زیادہ وسیع ہو گیا تھا اپنے غریب عزیزوں سے ملنے ملانے یا ان کا کام کرنے سے وہ ہرگز نہ شرماتے نہ جھجکتے ۔

(۵) پانچواں امتیازی وصف میں نے مرحوم میں شرافت مزاج کا پایا جانا ہے، نظریات کے اختلاف کو ہنسی خوشی برداشت کر لیتے، دل میں اپنے حریف یا مقابل کیمپ والے کی طرف سے ذرا بھی میل نہ لاتے بلکہ اپنے معاندانہ یا سب و شتم کرنے والے کی طرف سے دل تنگ نہ ہوتا اور موقع پانے پر ہمدردی، مروت، رواداری، درگزر برابر اس کے ساتھ بھی کرتے رہتے اتنی عالی ظرفی اور برداشت ہر ایک کے بس کا کام نہیں ان ذلك من عزم الامور ۔

(۶) ایک اور وصف جو مرحوم کا میرے تجربہ میں آیا وہ ان کی مہمان نوازی اور فیاضی تھی اور اسکے لیے کچھ اس کی قید نہ تھی کہ کوئی ان کے گھر ہی پر جا کر ان کا مہمان ہو کہیں ریل میں اتفاق سے ساتھ ہو گیا تو یہاں بھی بے تکلف وہ مہمان داری میں مشغول ہو جاتے اور اپنے ساتھی کو اصرار کرتے کھلاتے پلاتے، مولانا عبدالماجد دریابادی نے مجاہد ملت کے جن اوصاف تذکرہ کیا ہے علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق ہیں

نگاہ بلند سخن دلنواز، جاں پرسوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

مولانا مفتی عبید الرحمن

رئیس دارالافتاء جامعہ محمدیہ معیار مردان

اصولی وفروعی اختلاف
تعارف، اہمیت اور شرعی حیثیت

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اجتہاد کا اہل ہے اور مسئلہ بھی ایسا ہو کہ اصولی لحاظ سے اس میں اجتہاد کی ضرورت ہو تو ایسا اجتہاد شرعا درست ہے اور اس کے نتیجے میں مجتہد جس نتیجے تک پہنچ جائے وہ عند اللہ اصل حکم شرعی ہو یا نہ ہو لیکن بہرحال مجتہد کے لئے اس اجتہادی موقف کے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہ موقف اگر واقعی غلط ثابت ہوجائے تو بھی ایسا شخص عند اللہ معذور سمجھا جائیگا اور اس پر نکیر وملامت کرنا جائز نہیں ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر کوئی اہل اجتہاد محل اجتہاد میں طریق اجتہاد کے مطابق تحقیق کرے تو اس میں کوئی مضائقہ ہے اور نہ ہی اس کے نتیجے اور حاصل کو اختیار کرنے میں کوئی حرج ہے۔

اصولی اور فروعی مسائل کے متعلق دو موقف

بعض کتابوں میں اس مسئلے کے اندر اصولی اور فروعی مسائل کے درمیان فرق کی جاتی ہے کہ اصولی مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور فروعی میں گنجائش ہے لہٰذا اصولی مسائل میں اگر کوئی مجتہد غلطی کرجاتا ہے تو اس پر نکیر کی جائے گی اور اس کی یہ غلطی گناہ بلکہ گمراہی قرار دی جاسکتی ہے جبکہ فروعی مسائل میں اس طرح نہیں ہے۔ یہاں اسی کی تحقیق مقصود ہے کہ اصولی اور فروعی مسائل سے کیا مراد ہے؟ اور دونوں قسم مسائل کے درمیان کیا فرق ہے؟ لغوی معنی تو واضح ہے کہ اصولی مسائل ان مسائل کو کہاجاتا ہے جو کلی اور مفہوم عام کی نوعیت رکھتے ہوں اور فروعی ان مسائل واحکام سے عبارت ہے جو ان قواعد کلیہ اور مفاہیم عامہ سے ماخوذ اور اسی پر متفرع ہوں لیکن یہ لغوی معنی یہاں مراد نہیں ہے، دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ اصولی مسائل سے ان مسائل کو مراد لیا جائے جو اعتقاد سے متعلق ہوں اور فروع سے عملی نوعیت کے مسائل مراد ہیں، اصل وفرع کا یہ معنی خالص لغوی معنی تو نہیں ہے لیکن اس سے کچھ زیادہ بعید بھی نہیں ہے کہ اعمال عقائد ونظریات ہی سے نکلتے ہیں، علم کلام کی بیشتر کتابوں میں

ان دو الفاظ سے عموماً یہی معنی مراد لیا جاتا ہے۔ چنانچہ "شرح العقائد النسفیہ" میں ہے:

إعلم أن الأحكام الشرعية مِنها ما يتعلق بكيفية العمل وتسمى فرعية وعملية ومنها ما يتعلق بالاعتقاد وتسمى أصلية واعتقادية (شرح العقائد النسفية على صدر "النبراس" ص ۳۲)

''احکام شرعیہ میں سے بعض وہ ہیں جو کیفیت عمل سے متعلق ہیں ان کو احکام فرعیہ عملیہ کہا جاتا ہے اور جو اعتقاد سے متعلق ہیں انہیں احکام اصلیہ واعتقادیہ کہا جاتا ہے۔''

علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے کئی ہم خیال حضرات اس بات پر اشکال کرتے ہیں کہ اصول اور فروع کے مسائل میں اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ قرآن وسنت کے نصوص میں صراحت کے ساتھ (صراحت کے ساتھ) یہ فرق تو مذکور نہیں ہے پھر کیونکر دونوں ابواب میں تفریق کی جاسکتی ہے؟ بات اگر اسی علمی اشکال تک محدود ہوتی اور افہام واستفہام مقصود ہوتا تو کچھ برا نہ تھا لیکن کئی حضرات نے متکلمین حضرات کے اس فرق کو بلا دلیل اور ابتداع فی الدین تک قرار دیا اور اس کو متکلمین کی ''بدعات ومحدثات'' میں سے گنوا کر بطور مذاق واستہزاء ذکر کرنا شرع کیا جس کا مذموم وناپسندیدہ ہونا محتاج بیان نہیں ہے، تفریط کی صورت میں یہ غلو تو ان حضرات کی جانب سے وجود میں آئی، دوسری طرف بعض لوگوں نے متکلمین کی ان اصطلاحات کو دیکھ کر یہ تعامل اختیار فرمایا کہ اعتقاد سے متعلق تمام مسائل اور مسئلہ کے تمام جوانب وجہات میں اختلاف کو گمراہی قرار دیتے ہیں، یہ بھی غلو ہے جو افراط کی شکل میں اختیار کی جاتی ہے۔

دونوں آرا کا جائزہ

حقیقت یہ ہے کہ متکلمین کی بات اپنی حد تک درست ہے اور علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمنوا حضرات نے اس پر جو اشکال فرمایا، اس اشکال کی اصل بنیاد بھی غلط نہیں ہے، اگر مسئلہ کی اصل واساس کی تنقیح کی جائے تو بڑی حد تک بات اتفاقی بن جاتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس بات میں متکلمین اور ناقدین دونوں کا اتفاق ہے کہ اگر محل اجتہاد میں کوئی اہل اجتہاد اصول اجتہاد کے مطابق تحقیق وتدقیق میں اپنی توانائی صرف کرے تو بالکل جائز بلکہ حکم شرعی اور بعض صورتوں میں ایسا کرنا ضروری ہوتا ہے اور ایسے اجتہاد کے نتیجے میں جب کسی حکم تک رسائی ہوجاتی ہے اور مجتہد اس کو حکم شرعی سمجھ لے تو وہ حکم، واقع میں عین حکم خداوندی ہو یا نہ ہو لیکن بہرحال وہ سو فیصد غلط بھی نہیں ہوتا اور اس کے قائل وحامل کو مبتدع یا گمراہ قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ ان شرائط میں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو کہ مثال کے طور پر اہلیتِ اجتہاد کے بغیر کوئی شخص قرآن وسنت کے نصوص کو تختہ مشق

بنانا چاہے یا اہلِ اجتہاد شخص غیر موضع اجتہاد میں ایسا کرنے کی جسارت کرے یا اصول اجتہاد کو بالائے طاق رکھ کر صریح نصوص کے برخلاف شوقِ اجتہاد پورا کرنے کی کوشش کرے تو ایسا اجتہاد جائز ہے نہ ہی اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے حکم کو حکم شرعی یا امر شرعی قرار دیا جاسکتا ہے جب تک اس کو شرعی ضوابط پر پیش کر کے اچھی طرح پرکھ نہ لیں۔

اعتقادی اور عملی مسائل کے درمیان کچھ فروق

یہاں تک کی بات سب کے نزدیک اتفاقی ہے چنانچہ متکلمین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور ناقدین بھی اس سے اختلاف نہیں کرتے، البتہ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اعتقادی اور عملی مسائل کے درمیان چند باتوں میں فرق ضرور ہے، مثال کے طور پر:

(۱) اعتقادی مسائل میں اجتہاد کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے جبکہ عملی مسائل میں اس کی بکثرت نوبت آتی رہتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اجتہاد کی ضرورت عام طور پر یا تو وہاں پیش آتی ہے جہاں کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو اور اس کے متعلق کوئی صریح نص موجود نہ ہو جس سے حکم شرعی کا استنباط کیا جاسکے یا نصوص تو موجود ہوں لیکن ان میں باہمی کوئی تعارض ہو جس کو دفع کر کے اصل حکم شرعی تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اجتہاد کرنے کی ضرورت پیش آئے، جبکہ یہ دونوں صورتیں عملی مسائل ہی میں پیش آتی ہیں، اعتقادی مسائل میں نئی صورتیں پیش آتی ہیں نہ ہی اعتقادیات سے متعلقہ نصوص میں کوئی ایسا لاینحل تعارض پیش آتا ہے جس کی وجہ سے کسی ایسے گہرے اجتہاد کی ضرورت پڑے جس میں اختلاف کی گنجائش پیدا ہوجائے۔

(۲) اعتقادی مسائل عموماً قطعی ہوتے ہیں جبکہ عملی مسائل اکثر ظنی ہیں۔

ان جیسے فروق کی وجہ سے علم کلام اور اصول فقہ کی کتابوں میں یہ تعبیر ذکر کی جاتی ہے کہ اعتقادی مسائل میں غلطی قابل تحمل نہیں ہے بلکہ موجب اثم وضلالت ہے، اس کا مطلب وہی ہے جس پر ناقدین کا بھی اتفاق ہے اور وہ بھی اس کا انکار نہیں کرتے اور غور کیا جائے تو یہ تعبیر کچھ زیادہ قابلِ اعتراض بھی نہیں ہے کیونکہ اعتقاد ''عقد القلب'' سے مشتق ہے اور حقیقتاً اس کا اطلاق انہی مسائل پر ہوتا ہے جو مفید قطع ویقین ہو، یہاں اصول کا اطلاق مطلقا ما یتعلق بالاعتقاد پر نہیں کیا جارہا بلکہ ان میں جو مسائل قطعی ہیں، وہی مقصود ہیں لیکن چونکہ اکثر مسائل اعتقادیہ کا یہی حال ہے اور لغوی لحاظ سے اس میں یقین کا پہلو معلوم ہوتا ہے اس لئے مطلقا اعتقاد یا اصول کا ذکر کیا جاتا ہے۔

متعدد اصولیین اور متکلمین کی تصریحات

مختلف اصولیین اور متکلمین حضرات نے اس بات کی صراحت بھی فرمائی ہیں، یہاں مثال کے طور پر چند حضرات کی عبارات پیش کی جاتی ہیں تاکہ زیر بحث موضوع اچھی طرح نکھر جائے۔ حنفیہ میں سے امام ابوزید دبوسیؒ اجتہاد کی بحث اور اجتہاد کی بنیاد پر پیدا ہوجانے والے اختلاف کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں:

وهذا بخلاف الاجتهاد فی صفات الله تعالیٰ، فإن المخطی لما عند الله مخطی فی حق نفسه أیضاً لأن لله تعالی دلائل علیها توجب العلم یقینا فی أصل الوضع فلم یقع الخطأ إلا بقلة التأمل، ألا ترى أن المخطی، فیها یضلل ویبدع بخلاف هذه الأبواب والله علم (تقویم الأدلة فی أصول الفقه، باب القول فی صفة المجتهد فی الأحکام التی تجوز الفتوی فیها بغالب الرأی، ص: ٤١٤)

"اللہ تعالیٰ کی صفات کے مسئلہ میں اجتہاد کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ یہاں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ہے، اس میں خطا کرنے والا مجرم شمار ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایسے دلائل قائم ہیں جس سے یقین حاصل ہوسکتا ہے تو یہاں غلطی عموماً غور وفکر کی کمی ہی کا نتیجہ ہوتا ہے، چنانچہ یہاں خطا کرنے والے کو گمراہ اور بدعتی قرار دیا جاتا ہے۔"

یہاں صفات اللہ میں اجتہاد اور اجتہادی غلطی کی تردید کی گئی اور اس کو گمراہی اور ابتداع کا موجب قرار دیا گیا اور وجہ اس کی یہ بتائی گئی کہ ان مسائل میں موجب یقین دلائل وبراہین موجود ہیں ان دلائل کے ہوتے ہوئے ایسی غلطی بیجا یا بے طریقہ اجتہاد کے نتیجہ میں ہی وجود میں آسکتی ہیں، اسی کتاب میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

باب القول فی المخطی من جهة المجتهدین فی هذه الأبواب التی لا نص فیها: قال بعضهم هو مأجور وقال بعضهم هو معذور وقال بعضهم معاتب مخطأ وقال علماؤنا إن کان طریق الإصابة بینا عوتب علیه وخطی، وإن کان خفیاً صوب وأجر علیه ولا یضلل بحال وأما علماؤنا فإنهم قالوا بهذا القول؛ إذا ان طریق الاصابة بیناً لعلمنا أنه ما أخطأ إلا بتقصیر من قبله، فإما إذا کان خفیا فقد جاء الخطأ لخفا دلیل الإصاب وذل من اللّٰه تعالی والخفی مما لا یدرکه کل فهم وکل قلب فإن آلات البصر علی التفاوت کالعیون أبصارها متفاوتة بحکم الخلقة فلا یجوز العتاب علی فعل الله تعالی فیصیر معذورا فیما لم یدرك مصیبا فیما استعمل من الاجتهاد مأجورا وما روی من التخطئة والتشنیع فعلی النوع الذی ظهر طریقة عند الذی خط وشنع فإنا قد روینا التصویب للفریقین أیضا فنحمل ذل علی الذی خفی طریقه لیون قولًا

عدلًا وسطاً جامعاً بين المقصر والغالي تقويم الأدلة في أصول الفقه، باب القول في المخطي من جهة المجتهدين في هذه الأبواب التي لا نص فيها، ص: ٤١٥)

''جن ابواب میں نص نہیں ہے ان میں مجتہد خطا کار کے بارے میں اقوال: بعض کہتے ہیں کہ اس کو اجر ملے گا، بعض کہتے ہیں کہ وہ معذور ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس کی پکڑ ہوگی اور اس کو خطا کار قرار دیا جائے اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اگر مسئلہ معلوم کرنے کا طریقہ واضح ہو تو پکڑ ہوگی اور اس کو خطا کار قرار دیا جائے گا اور اگر وہ طریقہ خفی ہو تو اس کی تصویب کی جائے گی اور اس کو اجر ملے گا البتہ کسی حال میں بھی تضلیل نہیں کی جائے گی اور ہمارے علماء نے یہی قول اپنایا ہے کہ اگر طریقہ واضح ہو (اور پھر بھی خطا کرے) تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطا کا سبب اس کی کوتاہی ہے اور اگر طریقہ پوشیدہ ہو تو خطا دلیل کی پوشیدگی کی وجہ سے ہوئی ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ہے اور خفی ان چیزوں میں سے ہے جس کا ہر فہم وعقل ادراک نہیں کرسکتا، اس لئے کہ دیکھنے کے مختلف آلات مثلاً آنکھیں کہ ان کی نظریں خلق مختلف ہیں، لہٰذا اللہ تعالی کے فعل پر عتاب کرنا جائز نہیں ہے تو درست مسئلہ معلوم نہ کرسکنے میں معذور ہوگا اور جو اجتہاد کیا اس میں ماجور ہوگا اور جو تخطیہ وتشنیع منقول ہے تو یہ اس نوع سے متعلق ہے جس میں خطا ہونے والے کے ہاں طریقہ واضح تھا، کیونکہ ہم نے دونوں فریق کی تصویب بھی ذکر کی ہے تو یہ تصویب اس نوع پر حمل کریں گے جس میں طریقہ پوشیدہ ہو، تاکہ یہ افراط وتفریط کے درمیان ایک معتدل، درمیانہ اور جامع قول ہو۔''

اس عبارت سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ اجتہادی مسائل میں اگر مجتہدین کے درمیان اختلاف پیدا ہوجائے تو اس کے متعلق اہل کی آرا مختلف ہیں، امام دبوسیؒ اور اصولیین احناف کے نزدیک اس میں اعتدال اور توسط پر مبنی اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کوئی مجتہد اجتہادی مسائل میں غلطی کا شکار ہوجائے اور دیگر معتمد مجتہدین کے متفقہ موقف کیخلاف موقف اپنائے تو دیکھا جائے گا:

الف: اگر مسئلہ ایسا ہو جس میں حق تک رسائی آسان ہو اور اجتہادی راستہ خوب واضح ہو تو یہ غلطی قابل ملامت تصور ہوگی۔

ب: اگر حق تک رسائی آسان نہ ہو بلکہ واقع وہاں ایک سے زیادہ احتمالات موجود تھے تو ایسی غلطی قابل ملامت نہیں ہے، دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ جب حق تک پہنچنا آسان تھا تو غلطی کا منشا خود مجتہد کی کوتاہ طلبی اور غور وفکر کی کمزوری ہے جس کا قابل ملامت ہونا واضح ہے اور اگر مسئلہ اتنا واضح نہ تھا بلکہ دونوں قسم کے احتمالات تھے تو اس میں غلطی مجتہد کی کوتاہی پر مبنی نہیں ہے اس لئے قابل ملامت بھی نہیں ہے بلکہ ایسے میں اس کو معذور سمجھا جائے گا۔

علامہ صدر الشریعۃ اور علامہ تفتازانیؒ

علامہ صدر الشریعۃ نے ''توضیح'' میں اجتہاد کی بحث میں یہی تحریر فرمایا کہ مجتہد اگر کسی اجتہادی غلطی کا شکار ہو جائے تو یہ کوئی قابل ملامت یا موجب ضلالت نہیں ہے البتہ اگر محلِ اجتہاد بالکل واضح ہو اور اس میں حق تک پہنچنا دشوار نہ ہو تو ایسی جگہ غلطی کرنا قابل ملامت ہے کیونکہ ایسی غلطی کوتاہ طلبی پر مبنی ہوتی ہے، یہاں اجتہاد میں یہ کوئی قید نہیں لگائی گئی کہ اصول وعقائد میں ہو یا فروع وعملی ومسائل میں البتہ اس کی شرح میں علامہ تفتازانیؒ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

قوله: والمخطى فى الاجتهاد لا يعاقب، ولا ينسب إلى الضلال بل يكون معذوراً ومأجوراً إذ ليس عليه إلا بذل الوسع وإنما قال المخطى فى الاجتهاد؛ لأن المخطى فى الأصول والعقائد يعاقب بل يضلل أو يكفر؛ لأن الحق فيها واحد إجماعاً والمطلوب هو اليقين الحاصل بالأدلة القطعية إذ لا يعقل حدوث العالم وقدمه وجواز رؤية الصانع وعدمه فالمخطى فيها مخطى ابتدا وانتها وما نقل عن بعضهم من تصويب كل مجتهد فى المسائل الكلامية إذ لم يوجب تكفير المخالف كمسالة خلق القرآن ومسألة الرؤية ومسألة خلق الأفعال فمعناه نفى الإثم وتحقق الخروج عن عهد التكليف لا حقيقة كل من القولين(شرح التلويح على التوضيح،باب الاجتهاد، ج۲ ص۲۴۲)

'' (اجتہاد میں خطا کار سزاوار نہیں ہے) اور اس کو گمراہ نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ وہ معذور اور ماجور ہوگا کیونکہ اس پر اپنی طاقت سے زیادہ لازم نہیں، مصنف نے مخطئ فی الاجتہاد کہا، اس لئے کہ اصول وعقائد میں خطا کار کو ملامت کیا جائے گا، بلکہ اس کی تضلیل اور تکفیر کی جائے گی، اس لئے کہ اجماعا حق ایک ہے اور مطلوب وہ یقین ہے جو دلائل قطعیہ سے حاصل ہو، کیونکہ حدوث وقدم عالم اور روئی وعدم روئی باری تعالیٰ کا امکان، لہٰذا اس میں خطا کار ابتدا و انتہا خطا کار ہے اور بعض سے جو مسائل کلامیہ میں ہر مجتہد کی تصویب منقول ہے جب کہ وہ مخالف کی تکفیر کا باعث نہ ہو، جیسے مسئلہ خلق قرآن اور مسئلہ رؤی، اور مسئلہ خلق افعال تو اس کا معنی ہے عدم گناہ اور ذمہ داری سے نکلنا ہے، دونوں قولوں کا حق ہونا مراد نہیں۔''

یہاں ''مخطی فی الاجتہاد'' کو ''مخطی فی الاصول والعقائد'' کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے جس

سے وہی بات مترشح ہوتی ہے جو عام اصولی کتابوں میں درج ہوتی ہے کہ اصول وعقائد میں غلطی کرنا قابل ملامت یا باعث ضلالت ہے جبکہ فروعی مسائل میں اجتہادی غلطی قابلِ ماخذہ نہیں ہے لیکن دونوں شقوں کے درمیان جو مابہ الفرق بیان کیا گیا ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو مسئلہ کی بنیاد بالکل واضح ہوجاتی ہے اور اس تشقیق کی اساس بھی صاف ہوجاتی ہے، وہ یہ ہے کہ یہاں جن مسائل کو اصول وعقائد میں سے قرار دیا گیا ہے، وہاں شریعت کی طرف سے بندے سے یقین مطلوب ہوتا ہے یعنی یقینی اور قطعی نوعیت کے مسائل کو اصول میں سے شمار کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب مسئلہ کی نوعیت ایسی ہو تو وہاں غلطی کا کوئی مجال نہیں ہوتا اور ایسی جگہ غلطی کرنا دلیل قطعی سے اعراض کے مترادف ہوتا ہے اس لئے اس پر ملامت وماخذہ کا ہونا باعثِ اشکال نہیں ہے۔

علامہ ابن الہمامؒ اورعلامہ ابن امیر الحاجؒ

علامہ ابن الہمامؒ کی ''تحریر الاصول'' اوراس کی شرح التقریر والتحبیر میں بھی اجتہاد کی بحث میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو فرمائی گئی ہے،اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہود ونصاری اور مجوس ہوں یا اس امت کے باطل فرقے اور جماعتیں مثلاً قدریہ، مجسمہ،جہمیہ اور روافض۔ان جماعتوں سے وابستہ افراد نے اگر چہ اجتہاد اور سوچ سمجھ کر ہی ان راستوں کو اختیار کیا لیکن جن مسائل میں ان لوگوں نے اجتہادی گھوڑے دوڑائے ہیں وہ اجتہاد کے محل ہی نہیں تھے کیونکہ وہاں تو دین اسلام کے مدعی پر قطعی دلائل موجود تھے اور ضروری تھا کہ ان ہی دلائل کی اتباع کرتے اور دین اسلام کو اور پھر اہل سنت والجماعت کے موقف کو اپنایا جاتا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور بے محل اجتہاد کرنے میں مصروف ہوگئے اس لئے ان کا اجتہاد قطعی دلائل سے متصادم ہوا اور ظاہر ہے کہ قطعی دلائل کی خلاف ورزی ضلال وگمراہی ہے،اس کے چند صفحات بعد تحریر فرماتے ہیں:

> (والاتفاق أنه) أى خلاف القاطع (خطأ إذ الخلاف) فى أن كل مجتهد مصيب أو المصيب واحد إنما هو (فيما لا قاطع) فيه من الأحكام الاجتهادية (أمامافيه) دليل قاطع)فالاجتهاد على خلافه(أى القاطع)خطا اتفاقا ثم إن كان قد قصر فى طلبه فهو آثم يضا لتقصيره فيما كلف به من الطلب، وإن لم يكن قصر فى طلبه بل إنما تعذر عليه الوصول إليه لبعد الراوى عنه، أو لإخفائه منه فلا إثم عليه(التقرير والتحبير على التحرير، ج۳، ص۳۱۲)
>
> ''اس بات پر اتفاق ہے کہ قطعی بات کی مخالفت خطا ہے اور یہ جو اختلاف ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے یا مصیب ایک ہے،یہ ان مسائل اجتہادیہ میں ہے جہاں قطعی دلیل

نہ ہو، جہاں قطعی دلیل ہو تو اس کے خلاف اجتہاد بالاتفاق خطا ہے، پھر اگر اس نے حکم کے طلب میں کوتاہی کی ہو تو وہ اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار بھی ہوگا اور اگر طلب میں کوتاہی نہ کی ہو بلکہ راوی کے دور ہونے کی وجہ سے اس کیلئے دلیل تک پہنچنا مشکل تھا یا دلیل اس سے پوشیدہ تھی تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

اس کا حاصل بھی وہی ہے جو پہلے درج کیا گیا ہے البتہ اس عبارت کے آخر میں جو اجتہادی غلطی پر گناہ ہونے یا نہ ہونے کی بات کی گئی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد کی کوتاہی موجب ملامت ہے اور ایسی کوتاہی کے نتیجہ میں غلطی صادر ہو جائے تو قابل ماخذہ ہے ورنہ نہیں اور مجتہد کی کوتاہی جس طرح کوتاہ طلبی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جو درج عبارت میں ذکر کیا گیا ہے یوں ہی یہ بھی واضح غلطی ہے کہ صریح غیر موضع اجتہاد میں اجتہاد کا اقدام کرے۔

امام غزالیؒ کی مفید تحقیق

اصولیین میں سے امام غزالیؒ نے اس موضوع پر بڑی مفید، منضبط اور پرمغز بحث فرمائی ہے، انہوں نے اپنی مفید و مشہور کتاب "مستصفی" میں اجتہاد کے احکام کے تحت اس پر مستقل عنوان قائم فرمایا اور پھر اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی، جس کا حاصل یہ ہے:

الف: مجتہد اپنے اجتہاد کی بنا پر کہاں گناہگار ہوگا اور کہاں نہیں؟ اس کا دار مدار اس پر ہے کہ مجتہد نے (اختیاری) غلطی کی ہے یا نہیں؟ اختیاری غلطی کی تین صورتیں متصور ہوسکتی ہیں:

(۱) اجتہاد کی اہلیت نہ ہو (۲) مسئلہ محل اجتہاد نہ ہو (۳) طریقہ اجتہاد درست نہ ہو

اگر ان تین میں سے کوئی غلطی کی تو مجتہد خطا کرنے والا بھی شمار ہوگا اور گناہگار بھی، ورنہ نہیں۔

ب: دینی مسائل ونظریات کی دو قسمیں ہیں: ظنی اور قطعی، ظنی مسائل میں چونکہ خطا متیقن نہیں ہوتی اس لئے وہاں گناہ بھی نہیں ہوتا جبکہ قطعی مسائل میں خطا کرنے والا گناہ گار ہو جاتا ہے اگرچہ اجتہاد کی وجہ سے غلطی کی ہو۔

ج: قطعی مسائل کون کون سے ہیں؟ آسانی کیلئے اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ قطعیات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) کلامی قطعیات: اس سے مراد خالص عقلی مسائل ہیں جو شریعت کے طلوع ہونے سے پہلے بھی محض عقل کی وجہ سے دریافت ہوسکتے تھے، اس میں اگر کوئی اجتہاد کر کے غلطی کرتا ہے تو گناہگار ہوگا (اس

ناکارہ کے خیال میں بظاہر اس سے مراد وہ مسائل ہیں جس میں غلطی اور اختلاف ممنوع عقلی ہو اور اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق ہو) پھر اگر غلطی ایسی کی جس کی وجہ سے ایمانیات میں واضح خلل آیا تو کفر قرار دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

(۲) اصولی قطعیات: اصول فقہ سے متعلق قطعی مسائل۔ مثلاً اجماع حجت ہے، قیاس اور خبر واحد بھی حجت ہیں، یہ اور ان جیسے اصولی مسائل جو قطعی دلائل پر مبنی ہوتے ہیں، ان میں خطا اجتہادی کی وجہ سے انکار کرنا گناہ اور گمراہی کا باعث ہے۔

(۳) فقہیات: مثلاً پنج وقتہ نمازوں، رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کی فرضیت، زنا، قتل اور شرب خمر وغیرہ کی حرمت اور ان جیسے دیگر مسائل جو قطعی دلائل پر مبنی ہوتے ہیں، ان میں اختلاف کرنا اگرچہ اجتہاد پر مبنی ہو، ناجائز اور موجب گناہ ہے پھر اگر کسی ایسے مسئلہ کا انکار کیا جائے جو ضروریات دین کے قبیل سے ہو تو منکر کافر قرار پائے گا کیونکہ یہ تکذیب شرع کی واضح دلیل ہے اور اگر قطعی ہو لیکن ضروریات دین کے قبیل سے نہ ہو تو گمراہ قرار دیا جائے گا اور جن فقہی وعملی مسائل کی بنیاد قطعی دلائل پر نہیں ہے ان میں اجتہادی طور پر کوئی مخالفت کرے تو نہ گمراہی ہے نہ کفر۔

آخر میں پھر اس بحث کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فخرج من هذا أن النظريات قسمان: قطعية وظنية، فالمخطئ في القطعيات آثم ولا إثم في الظنيات أصلا لا عند من قال: المصيب فيها واحد ولا عند من قال: كل مجتهد مصيب، هذا هو مذهب الجماهير (المستصفى، النظر الثاني في أحكام الاجتهاد، الحكم الأول في تأثيم المخطئ في الاجتهاد، ص: ۳۴۷)

''اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ نظری مسائل دو قسم پر ہیں: قطعی اور ظنی، قطعیات میں خطا کرنے والا گنہگار ہے اور ظنیات میں بالکل گناہ نہیں، نہ ان کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ مصیب ایک ہے اور نہ ان کے ہاں جو کہتے ہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہے، یہی جمہور کا مذہب ہے۔''

امام غزالیؒ کی یہ تفصیل بڑی مناسب ہے، یہی وجہ ہے کہ بعد کے آنے والے بہت سے اصولیین اس کو تائید وتقریر کے طور پر نقل فرماتے رہے ہیں، اس تفصیل میں غور وخوض کرنے کے بعد جو چیز واضح ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ گناہ وگمراہی کا مدار قطعی دلائل کی مخالفت وانکار پر ہے اور وہ عموماً اسی صورت میں متصور ہوسکتا ہے کہ کوئی نااہل شخص اجتہاد کرے یا بے محل اجتہاد ہو یا بے طریقہ، اگر تینوں خامیاں نہ ہوں تو اجتہادی غلطی قطعی دلائل کی مخالفت کی صورت میں نمودار نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

لیکچرر منسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

کرپٹو کرنسی کی قانونی حیثیت

آپ نے کچھ لوگوں کو یہ دعوی کرتے سنا ہوگا کہ کرپٹو کرنسی ہی مستقبل ہے، یہ دعوی وہ حضرات اتنے وثوق سے کررہے ہوتے ہیں کہ گویا وہ ہی دنیا کے بہترین معاشی ماہرین اور سائنسدان ہیں اور بلاک چین اور کرپٹو کرنسی کی تدریس و تحقیق میں زندگی کھپا دی ہے نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا بھر میں کرپٹو کرنسی سے متعلق قانون سازی میں بہت پیش رفت ہوئی ہے اور دنیا کے دو ممالک نے تو کرپٹو کرنسی کو لیگل ٹینڈر کے طور پر اپنا بھی لیا ہے لہٰذا پاکستان کو بھی اس میں پہل کرنی چاہیے اور کرپٹو کرنسی کو جائز قرار دینا چاہیے۔ کچھ حضرات یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ چونکہ پاکستان اور ہندوستان میں کرپٹو کرنسی میں بہت بڑی مقدار میں سرمایہ کاری ہو ہی رہی ہے لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ اس پر جلدی سے قانون سازی کرے، علاوہ بریں اپنی بات کو عوامی سطح پر مزید پر اثر کرنے کیلئے یہ حوالہ بھی دیتے کہ جایئے آپ لائبریری آف کانگریس کی گزشتہ سال کی رپورٹ دیکھئے اور سر پیٹ کر رہ جایئے کہ دنیا بھر میں کرپٹو کرنسی رائج ہونے جارہی ہے! بھلا سٹہ بازی کو کیسے ترقی یافتہ ممالک میں ڈیجیٹل ایسیٹ بنایا جاسکتا ہے؟۔

غرض ماضی قریب میں اس طرح کی کئی باتوں کا منظم طریقے سے پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے، بنیادی طور پر یہ حضرات عوامی نفسیات سے کھیل رہے ہوتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ کون جاکر لائبریری آف کانگریس کی رپورٹ کو پڑھے گا؟ کس کے پاس اتنا وقت ہے؟ لوگ بس ہماری بات پر اندھا اعتماد کرکے کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری شروع کردیں گے جو حضرات یہ پروپیگنڈہ کا کام کررہے ہیں ہم ایسے تمام حضرات کی اس خوش فہمی کو عوام کے سامنے آشکارا کرنا چاہتے ہیں تاکہ عوام کے سامنے کرپٹو کرنسی سے متعلق قانونی حقائق سامنے آجائیں۔

سب سے پہلے تو ہم کرپٹو کرنسی کے بطور لیگل ٹینڈر کے طور پر تسلیم ہونے پر بات کرتے ہیں، دنیا میں دو ممالک ایسے ہیں جنہوں نے بٹ کوائن کرپٹو کرنسی کو قانونی طور پر کرنسی Legal tender کے اختیار کیا ہے، ان میں پہلا El Salvador ایل سلواڈور ہے جو کہ سینٹرل امریکہ کا ایک ملک ہے، دوسرا ملک سینٹرل افریکن ریپبلک Central African Republic۔ اس سے پہلے ایل سلواڈور نے فرینک Franc

بطور کرنسی اختیار کیا ہوا تھا، اسی طریقے سے سینٹرل افریکن ریپبلک نے امریکی ڈالر کو بطور کرنسی اختیار کیا ہوا تھا، ان دونوں ممالک کی عالمی ممالک کی صف بندی میں کیا حیثیت ہے یہ قارئین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں نیز دیگر کئی وجوہات کے علاوہ، ان دونوں ممالک کے بٹ کوائن کو بطور کرنسی اختیار کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک کا اپنی مانیٹری پالیسی پر کنٹرول نہیں ہے لہٰذا ان دو انتہائی غیر اثر ممالک کی مثال دے کر کرپٹو کرنسی کے حق میں دلائل دینا اور یہ کہنا کہ پاکستان کو بھی کرپٹو کرنسی قانونی اور شرعی طور پر جائز قرار دینا چاہیے، انتہائی نامناسب، غیر سائنسی اور غیر سنجیدہ بات ہے، سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ نے اپنے ڈالر، برطانیہ نے برطانوی پاؤنڈ، یورپی ممالک نے یورو ختم کر کے بٹ کوائن کو بطور کرنسی اپنا لیا؟ پھر آپ کو مثال کے لئے ایل سلواڈور ہی کیوں ملا؟ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ چیری پکنگ Cherry Picking کر رہے ہیں یعنی اپنے مطلب کی بات باور کرانے کیلئے ایک مثال کو اختیار کر رہے ہیں جو کہ مکمل بات کا احاطہ نہیں کرتی اور مثالوں کا یہ طرز اختیار کرنا تاکہ اپنی پسند کے نتائج پیش کئے جاسکیں سائنسی اصولِ تحقیق کے بھی سراسر خلاف ہے۔

اب ہم امریکی لا لائبریری آف کانگریس کی رپورٹ کی طرف آتے ہیں۔ اصل میں اس رپورٹ کی آڑ میں عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر امریکی لا لائبریری آف کانگریس نے دنیا بھر میں کرپٹو کرنسی کی قانونی حیثیت اور ریگولیشن کی صورتحال پر ایک رپورٹ چھاپی ہے۔ اس رپورٹ میں دو باتیں پیش کی ہیں۔

اول یہ کہ کرپٹو کرنسی کا لیگل اسٹیٹس کیا ہے یعنی کن ممالک میں کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی ہے اور کن ممالک میں چھپی ہوئی پابندی ہے۔ چھپی ہوئی پابندی سے مراد یہ ہے کن ممالک میں بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں کو کرپٹو کرنسیوں میں لین دین کرنے یا کرپٹو کرنسیوں میں کاروبار کرنے والے افراد یا کاروباروں کو خدمات پیش کرنے سے روکنا یا کرپٹو کرنسی ایکسچینج پر پابندی لگانا شامل ہیں۔

دوم یہ کہ کرپٹو کرنسی کے حوالے سے ریگولیٹری فریم ورم کی کیا صورتِ حال ہے جس میں خاص طور پر کرپٹو کرنسی سے متعلق ٹیکس قوانین اور انسداد منی لانڈرنگ اور انسداد دہشت گردی کے قوانین (AML/CFT) کا اطلاق شامل ہیں، کرپٹو کرنسی کے حوالے سے ریگولیٹری فریم ورک سے مراد یہ ہے کہ اس ملک میں کرپٹو کرنسی کے حوالے سے کسی نہ کسی درجے میں قانون سازی ہوچکی ہے اور اگر کوئی کرپٹو کرنسی کا لین دین یا کاروبار کرتا ہے تو اس پر ٹیکس کا نفاذ کیسے ہوگا اور اگر کوئی کرپٹو کرنسی کو منی لانڈرنگ یا دہشت گردوں کی مالی معاونت کیلئے استعمال کرتا ہے تو انسداد منی لانڈرنگ اور انسداد

دہشتگردی کے قوانین ملک میں موجود ہیں جو کہ اس طرح کی ٹرانزیکشن پر کوئی ایکشن لے سکتے ہیں۔

یہ رپورٹ بہت ہی واضح انداز میں نشاندہی کرتی ہے کہ جب انہوں نے ۲۰۱۸ء میں یہ رپورٹ چھاپی تھی اس وقت سے لے کر اب تک یعنی نومبر ۲۰۲۱ء، جب انہوں نے دوبارہ یہ رپورٹ چھاپی ہے، اب تک کرپٹو کرنسی پر پابندی لگانے والے ممالک میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے،۲۰۱۸ء کی رپورٹ کے مطابق ۸ ممالک نے کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی لگائی ہوئی تھی اور نومبر ۲۰۲۱ء میں اب ۹ ممالک نے کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی لگادی ہے، کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی لگانے والے نوممالک میں یہ ممالک شامل ہیں: الجزائر، بنگلہ دیش، تیونس، چین، مصر، عراق، مراکش، نیپال اور قطر۔اب کیوں یہ حضرات اس رپورٹ میں نشاندہی کیئے گئے نوممالک کے نام عوام کو نہیں بتاتے؟ اور کیوں ان نوممالک کی واضح پابندی کی مثال کو لے کر اس بات کی حکومتِ پاکستان کو دعوت نہیں دیتے کہ حکومتِ پاکستان بھی ان نوممالک کی طرح پاکستان میں کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی عائد کردے؟ اور کیوں دو غیر معروف ممالک کی مثال کو چھوڑ کر ان نوممالک کے کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی کو اپنے لئے مشعلِ راہ نہیں بناتے؟

بعینہ ۲۰۱۸ء کی رپورٹ کے مطابق ۱۵ ممالک نے کرپٹو کرنسی پر چھپی ہوئی پابندی لگائی ہوئی تھی جبکہ نومبر ۲۰۲۱ء میں اب ۴۲ ممالک نے چھپی ہوئی پابندی لگادی ہے جن بیالیس ممالک نے کرپٹو کرنسی پر چھپی ہوئی پابندی لگائی ہے ان میں یہ ممالک سرفہرست ہیں: بحرین، جارجیا، انڈونیشیا، کویت، لبنان، لیبیا، مالدیپ، مالی، پاکستان، سعودی عرب، ترکی، سینگال، ویت نام اور تاجکستان وغیرہ شامل ہیں، کرپٹو کرنسی پر چھپی ہوئی لگانے میں پندرہ ممالک سے بیالیس ممالک کے اضافے کو کس چیز سے تعبیر کیا جائے گا؟ کیوں ان بیالیس ممالک کے نام عوام کو نہیں بتائے جاتے اور کیوں اس بات کے ڈھول نہیں پیٹے جاتے کہ ان کی اسی رپورٹ کے مطابق کرپٹو کرنسی پر پابندی لگانے والے ممالک میں بہت اضافہ ہوا ہے؟ یہ حضرات یہ حقائق کبھی عوام نے سامنے نہیں رکھیں گے کیونکہ یہ کرپٹو کرنسی کے عالمی پروپیگنڈہ کے زیرِ اثر ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس پروپیگنڈہ سے حفاظت فرمائے (آمین)

اسی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۸ء میں کرپٹو کرنسی سے متعلق ٹیکس قوانین اور انسدادِ منی لانڈرنگ اور انسدادِ دہشت گردی کے قوانین صرف ۳۳ ممالک میں لگائے گئے تھے جبکہ یہ تعداد قابلِ ذکر اضافے کے بعد نومبر ۲۰۲۱ء میں ۱۰۳ ممالک تک جا پہنچی ہے۔اب قارئین ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ رپورٹ کرپٹو کرنسی سے متعلق کیا قانونی حقائق پیش کر رہی ہے۔

سائنسی تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ لوگ اپنے کالے دھن کو سفید کرنے کیلئے کرپٹو کرنسی کا

استعمال کرتے ہیں اور کرپٹو کرنسی کو منی لانڈرنگ کے اندر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر کے وائی سی Know Your Customer (KYC) بھی موجود نہیں ہوتا یعنی کرپٹو کرنسی استعمال کرنے والوں کو اس کو استعمال کرنے کیلئے کسی قسم کے ثبوت فراہم نہیں کرنے ہوتے کہ وہ واقعی وہی شخص ہے جس کا وہ دعوی کر رہا ہے، لہٰذا کرپٹو کرنسی سے متعلق ٹیکس قوانین اور انسداد منی لانڈرنگ اور انسداد دہشت گردی کے قوانین لاگو کرنے والے ممالک میں خاطر خواہ اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اب ان ممالک میں اگر کوئی کرپٹو کرنسی کو استعمال کرے گا تو اس پر ان قوانین کا اطلاق ہوگا۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ حضرات اس رپورٹ سے مندرجہ بالا نتیجہ اخذ کرنے کے بجائے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اب چونکہ کرپٹو کرنسی سے متعلق ٹیکس قوانین اور انسداد منی لانڈرنگ اور انسداد دہشت گردی کے قوانین لاگو کرنے والے ممالک میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا ہے یعنی ان کی تعداد ۱۰۳ ممالک تک پہنچ چکی ہے، لہٰذا کرپٹو کرنسی ہی مستقبل ہے، اصل میں ایسے تمام حضرات حقائق کو موڑ توڑ کر پیش کر رہے ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ یہ تمام حضرات اس رپورٹ کے ان تمام مندرجات کو دیکھتے ہوئے شد و مد کے ساتھ حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتے کہ کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی عائد کی جائے، بالفرضِ محال اگر اس بات کو تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ۱۰۳ رممالک کی قانون سازی ایک اچھا عمل ہے تو یہ اس بات کی قطعی دلیل نہیں کہ کرپٹو کرنسی مسلمانوں کیلئے جائز ہوجائے گی اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم ممالک میں شراب، جوا، سٹے بازی و دیگر کاموں کی بھی قانون سازی موجود ہے تو کیا مسلمانوں کے لئے زنا، جوا، شراب، سٹے بازی جائز ہوگئی؟

خلاصہ کلام یہ کہ کرپٹو کرنسی پر پابندی لگانے والے ممالک میں واضح اضافہ ہوا ہے، اس کے علاوہ کرپٹو کرنسی سے متعلق ٹیکس قوانین اور انسداد منی لانڈرنگ اور انسداد دہشت گردی کے قوانین لاگو کرنے والے ممالک میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے نیز سائنسدانوں، عالمی معاشی ماہرین اور جمہور مفتیانِ کرام کے مطابق کرپٹو کرنسی جوے اور سٹے بازی کی بدترین شکل ہے اور اس کے ذریعے سے ترقی پذیر ممالک کی معیشت کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس پر محض چند لوگوں یا اداروں کی اجارہ داری ہے، لہٰذا ہمیں بحیثیتِ مسلمان اپنی دین اور دنیا دونوں کو بچانا ہے اور ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کرپٹو کرنسی میں ہر طرح کے معاملات سے اجتناب کریں اور جمہور مفتیانِ کرام کی رائے پر چلتے ہوئے اس سے بچیں۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب وروز

حضرت مہتمم مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۲۵ مئی: حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ سے کراچی اور مردان کے علماء کرام جامعہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی۔

۲۷ مئی: پشاور سے مہمانوں کا ایک وفد حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا اسی طرح قاری محمد اسلم صاحب (مہتمم جامعہ ترتیل القرآن بابا کرم شاہ نوشہرہ) نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۲۸ مئی: حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے پشاور نمک منڈی کے شیوخ وعظام نے ملاقات کی۔

۵ جون: مفتی ندیم نقشبندی صاحب (جنرل سیکرٹری ختم نبوت ضلع مردان) بھی دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔

۱۸ جون: وفاق المدارس کے صوبائی کانفرنس (تدریب المعلمین) بمقام دارالعرفان حیات آباد کی صدارت کی اور بیان بھی کیا۔

۱۹ جون: دارالعلوم حقانیہ کے طالب علم مولانا زیت اللہ (جو دریائے سوات میں ڈوب گئے تھے) کی تعزیت کے لئے دریائے اٹک تشریف لے گئے۔☆ ۲۰ جون: جامعہ حلیمہ درہ پیزو کے مہتمم مولانا عبدالغنی شاہ صاحب دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔

۲۱ جون: حضرت مولانا نثار احمد حقانی اور دیگر فضلائے کرام نے مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۲۲ جون: دارالعلوم کی مسجد کے سابق ٹھیکیدار حاجی نورافضل مرحوم کا شیدو میں نماز جنازہ پڑھایا۔

۱۴ جولائی: اقراء روضۃ الاطفال کے پرنسپل نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی، ضلع چارسدہ کے فضلائے کرام جامعہ حقانیہ تشریف لائے اور مہتمم صاحب مدظلہ سے ان کے دفتر میں ملاقات کی۔

۱۵۔۱۶ جولائی: کشمیر سے آئے ہوئے مہمانوں نے دارالعلوم حقانیہ کا دورہ کیا اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اور ان سے دعائیں لیں اسی طرح ضلع سوات، مہمند ایجنسی، درہ آدم خیل اور ضلع صوابی کے فضلائے کرام بھی جامعہ حقانیہ تشریف لاتے رہے اور حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ

سے ملاقات کی ۔☆ ۱۹ جولائی: ملتان کی تبلیغی جماعت بھی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اور ان سے دعائیں لیں۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۲۲ جون: والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ امیر جمعیت علما اسلام و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ سعودی فرمانروا خادم الحرمین الشریفین کی خصوصی دعوت پر ۲۲ جون کو سفر حج پر تشریف لے گئے ارکان حج وزیارات حرمین شریفین کی ادائیگی کے بعد بخیریت ۵ جولائی کو واپس تشریف لائے۔

۷ جولائی: سویڈن میں قرآن عظیم الشان کی ہونے والی گستاخی کے خلاف جمع المبارک کو حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ کی قیادت میں جامعہ حقانیہ سے ایک عظیم الشان احتجاجی مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں اس مذموم عمل کی بھرپور مذمت کی، مولانا سید محمد یوسف شاہ اور مولانا لقمان الحق صاحبان کے علاوہ دیگر نے شرکت کی۔

۸ جولائی: جمعیت علما اسلام اور پی ڈی ایم کے سربراہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کی جمعیت علماء اسلام (س) کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی رہائش گاہ آمد حج کی مبارکباد دی اور ملکی سیاسی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا گیا، اس موقع پر مولانا راشد الحق سمیع صاحب اور دیگر موجود تھے۔☆ ۹ جولائی: جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم دیر باباجی صاحب مدظلہ حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ کی رہائش گاہ پر حج مبارکباد کی غرض سے تشریف لائے اور دعاؤں سے نوازا۔☆ ۲۱ رجولائی: حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم حقانیہ میں نماز جمعہ کے اجتماع سے محرم کے تقدس اور احترام اور حضرت امام حسینؓ کی قربانی کے موضوع پر خطاب فرمایا۔☆ ۲۲ جولائی: محرم الحرام کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل میں منعقدہ اعلیٰ سطحی اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے جہاں اجلاس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا، اجلاس میں ملک بھر کی دینی جماعتوں کے قائدین، جامعات کے مہتممین حضرات نے شرکت کی۔

مدیر ''الحق'' کا سفر چین

۱۱ رجولائی ۲۰۲۳ء کو عم مکرم مولانا راشد الحق صاحب حکومت چین کی دعوت پر سات روزہ دورہ پر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے چین کے اعلیٰ افسران و سفارتکاروں اور خصوصاً صوبہ سنکیانگ میں مسلم ائمہ، اساتذہ اور طالب علموں سے ملاقاتیں کیں، آپ کی واپسی ۱۹ رجولائی کو ہوئی۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

- تذکرہ مشائخ جامعہ ابو ہریرہؓ مرتب: مولانا محمد دانیال کلاچوی

ضخامت: ۶۴ صفحات ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

مادر علمی جامعہ ابو ہریرہؓ نوشہرہ دنیائے علم وعرفان کا ایک ایسا مرکز ہے جہاں سے علوم نبوت کے چشمے پھوٹتے ہیں، یہاں کے اساتذہ ومشائخ علم وعمل، تواضع وانکساری کے پیکر ہیں، بعض مدارس میں تعلیمی سال کے اختتام پر دورہ حدیث کے طلبہ ایک تعارفی کتاب تیار کرا لیتے ہیں جس میں مدرسے کا تعارف، اساتذہ اور مشائخ کا تذکرہ اور دورہ حدیث کے طلبہ کا اجمالی تعارف، ایڈریس، فون نمبر وغیرہ درج ہوتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتابچہ ''تذکرہ مشائخ جامعہ ابو ہریرہؓ'' بھی ایسا ہی ایک تعارفی کاوش ہے جس میں مؤلف موصوف نے اپنے مشائخ واساتذہ کی سوانح اور تذکرہ لکھا اور آخر میں جامعہ ابو ہریرہ سے ۲۰۲۲ء کے فضلائے کرام کے نام، ایڈریس اور فون نمبر بھی درج کئے ہیں، سوانحی اور تعارفی موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

- جرم صغیر کا جرم کبیر (امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ پر اعتراضات کا اجمالی جائزہ)

مرتب: مولانا عبدالرحمٰن حقانی عمرزئی ضخامت: ۱۱۲ صفحات ناشر: مکتبہ حنفیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی شخصیت، خدمات، کارنامے اور قربانیاں محتاج تعارف نہیں، انہوں نے علمی، سیاسی، جہادی اور قلمی الغرض! ہر میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دی ہیں، علمی اور انقلابی شخصیات چونکہ ہمہ وقت غور وفکر میں منہمک رہتے ہیں، کبھی کبھار ان کے قلم اور زبان سے ایسے الفاظ اور افکار بھی منظر عام پر آجاتے ہیں کہ جس سے اس دور کے اہل علم متفق نہیں ہوتے۔

مولانا سندھیؒ کی شخصیت بھی ایسی ہے کہ ان کے بعض افکار وآرا سے اہل علم نے اختلاف کیا ہے پھر بعد میں کچھ علماء نے اس پر نقد لکھا، کچھ نے ان کی آراء کی تاویل کی اور کچھ نے ان آراء کو مولانا سندھیؒ کی طرف منسوب قرار دیا ہے، مولانا سندھیؒ پر مؤیدین اور ناقدین کی طرف سے اب تک

بیشمار مضامین، مقالات اور کتابیں لکھی گئیں ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''جرم صغیر کا جرم کبیر'' بھی اس سلسلے کی ایک کاوش ہے جس میں مؤلف موصوف نے مولانا سندھیؒ پر واردا عتراضات کا ایک اجمالی جائزہ لیا ہے، اپنے موضوع پر ایک اچھی کاوش اور سندھیات کے باب میں ایک مفید اضافہ بھی ہے، اللہ مؤلف موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے (آمین) کتاب منگوانے کے لئے رابطہ نمبر 03339238036

- معلم المتعلم فی العربیہ　　　تالیف: مولانا محمد آدم

ضخامت: ۱۵۷ صفحات　　　ناشر: مکتبۃ الحرمین سکھر تلہ گنگ۔　رابطہ نمبر: 0302-4528563

عربی ہماری دینی لغت ہے، دنیا بھر کی زبانوں میں یہ سب سے وسیع، برتر اور زیادہ بولی جانے والی زبان ہے، بالخصوص اہل اسلام کے درمیان ربط کا یہ بنیادی ذریعہ ہے، اس کی قدر و اہمیت اس لئے بھی مسلّم ہے کہ اہل جنت کی زبان بھی یہی ہوگی، ہمارا بیش تر دینی سرمایہ اسی زبان میں پایا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ عوام تو عوام خواص بھی اب اس لغت سے اغماض بھرتے نظر آرہے ہیں، اس کی بنیادی وجہ مغرب اور مغربی تہذیب کا جنون ہے، بہر صورت! اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے دینی مدارس میں تو کسی حد تک توجہ دی جارہی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ عصری تعلیم گاہوں میں نئی نسل کو اپنے مذہبی زبان کی طرف متوجہ کیا جائے،

اسی سلسلہ کی ایک کڑی زیر نظر کتاب ''معلم المعلم'' ہے، اس کتاب کے مصنف مولانا محمد آدم خان نے خالص عربی زبان میں اپنی تالیف ترتیب دے کر عربی سیکھنے والوں کے لئے ایک عمدہ سوغات پیش کیا ہے، مصنف نے مولانا موسیٰ عراقی صاحب سے بھی استفادہ کرر کھا ہے اور ساتھ ساتھ تدریس کے لائن سے دس برس سے وابستہ ہے، لہٰذا ان کی یہ کاوش تجربات مدت مدید کا مجموعہ بھی ہے، گیارہ دوروس میں مختلف اہم مواقع کے متعلق عربی گفتگو کو بڑے احسن انداز سے پیش کیا گیا، نیز حاشیہ میں مشکل الفاظ کا حاصل معنی بھی دے کر مزید آسانی دلائی گئی ہے، ان دوروس کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد قاری اپنی ضروریات کے حوالہ سے کم از کم خود کفیل ہوجاتا ہے۔ کتاب کی طباعت و کاغذ وغیرہ عمدہ ہے، اگر عربی سکھلانے والے ادارے یہ کتاب نصاب میں شامل کرلے تو ان کے لئے بڑا مفید ثابت ہوگا۔ (ان شاء اللہ)　(مبصر: مولانا عرفان الحق حقانی)